محرم 1435ھ
نومبر 2013ء
ماہنامہ
المرشد

اللہ
رسول
محمد

مَاعَمِلَ اٰدَمِیٌّ عَمَلًا اَنْجٰی لَہٗ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ مِنْ ذِکْرِ اللّٰہِ

اللہ کے ذکر سے بڑھ کر کسی آدمی کا کوئی عمل عذاب
قبر سے زیادہ نجات دینے والا نہیں ہے (الحدیث)

کوشش کریں کہ اپنے ہر لمحے کو، ہر سانس کو اللہ کے لئے خالص
کرلیں، دنیا بھی سنور جاتی ہے اور آخرت بھی سنور جاتی ہے

حضرت شیخ المکرم
امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

HASSAN II MOSQUE IS LOCATED IN MOROCCO

تصوف

دل کا آئینہ دھندلا جائے تو انسان کو اس میں اپنا چہرہ دکھائی دینے لگتا ہے، برعکس دنیاوی آئینوں کے جو دھندلا جائیں تو کچھ بھی صاف دکھائی نہیں دیتا۔ ہر کمال کو انسان اپنا ذاتی کمال سمجھنا شروع کر دیتا ہے۔ کسی اور کو خاطر میں ہی نہیں لاتا۔ اس آئینے کو جلا چاہیے۔ یہ درست ہوگا تو ہر کمال کو عطا کرنے والی ہستی کے حوالے سے اس کی طرف منسوب کرے گا۔ جب یہ آئینہ صاف ہوگا تو اس میں جمال باری نظر آئے گا۔ اللہ کے نام کی کرنوں سے چمکے گا تو محبوب باری ﷺ کی اداؤں پر مر مٹے گا۔ آپ ﷺ کا منصب عالی ہے کہ آپ ﷺ تمام انسانی قلوب کے لئے سراج منیر ہیں یعنی سب کو منور کرنے کے لئے آپ ہی کافی ہیں۔ لہٰذا قلوب کو چمکا کر اس سورج کے سامنے رکھنے کی دیر ہے کہ یہ خود چھوٹے چھوٹے سورج بن جاتے ہیں۔ دل کے اندھیروں کو دور کرکے، ذکر اللہ سے چمکا کر سراج منیر کے سامنے پیش کرنے کا فن تصوف ہے۔

بانی: حضرت العلام مولانا اللہ یار خانؒ مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست: حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ، شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

ماہنامہ
المرشد
PS/CPL#15

نومبر2013ء محرم الحرام/1435ھ

جلد نمبر 35 شمارہ نمبر 03

مدیر: محمد اجمل

معاون مدیرہ: آصفہ اکرم (اعزازی)

سرکولیشن منیجر: محمد اسلم شاہد

قیمت فی شمارہ: 40روپے

فہرست

اسرار التنزیل سے اقتباس	شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان	3
اداریہ	ابوالاحمدین	4
کلام شیخ	سیماب اویسی	5
اقوال شیخ	انتخاب	6
طریقہ ذکر		7
بیان ماہانہ اجتماع	شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان	8
مسائل السلوک	شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان	12
اکرم التفاسیر	شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان	17
مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ	ابوالاحمدین	25
خواتین کا صفحہ	ام فاران، راولپنڈی	37
بچوں کا صفحہ	ح خان، لاہور	42
سوال جواب	شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان	43
حقوق والدین		46
The Identity of a Believer	Ameer Muhammad Akram Awan	52
QUESTIONS AND ANSWERS	Ameer Muhammad Akram Awan	54
A LIFE ETERNAL CH:20	Abul Ahmadain Translation : Naseem Malik	57

بدل اشتراک

پاکستان 450روپے سالانہ، 235روپے ششماہی

بھارت، سری لنکا، بنگلہ دیش	1200 روپے
مشرق وسطیٰ کے ممالک	100 ریال
برطانیہ یورپ	135 سٹرلنگ پاؤنڈ
امریکہ	160 امریکن ڈالر
فارایسٹ اور کینیڈا	160 امریکی ڈالر

انتخاب جدید پریس لاہور 042-36309053 ناشر: عبدالقدیر اعوان

سرکولیشن ورابطہ آفس: ماہنامہ المرشد، 17 اویسیہ سوسائٹی، کالج روڈ ٹاؤن شپ، لاہور
PH: 042-35180381 , Email: monthlyalmurshed@gmail.com

مرکزی دفتر: دارالعرفان ڈاکخانہ منارہ ضلع چکوال۔ ویب سائٹ سلسلہ عالیہ: www.oursheikh.org
Ph: 0543-562200 , FAX: 0543-562198 Email: darulirfan@gmail.com

"قرآن حکیم کو اس نیت سے پڑھو کہ میرا پروردگار مجھ سے باتیں کر رہا ہے"۔

اچھوتے انداز اور منفرد طرزِ تحریر کی حامل

تفسیر قرآن حکیم **اسرار التنزیل** سے اقتباس

وَ بَشِّرِ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا............ وَّ ھُمۡ فِیۡھَا خٰلِدُوۡنَ. (البقرہ:25)

کہ اُن لوگوں کے لئے جنہوں نے اقرار کیا توحید باری اور رسالت محمدی ﷺ کا اور جنہوں نے اپنایا تعلیماتِ قرآنی کو وَعملوا الصّٰلحٰت یعنی قرآن کو اپنی عملی زندگی پہ نافذ کرلیا۔ وہ ایسے باغات میں ہوں گے جن کے تحت نہریں بہتی ہیں۔

یہاں "تحت" کا ترجمہ نیچے کیا جاتا ہے مگر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تحت سے تابع مراد ہو۔

مِنۡ تَحۡتِھَا کا مفہوم:۔ دنیا میں جیسے باغ نہروں کے تابع ہیں یعنی باغ وہاں لگائے جاتے ہیں جہاں نہر ہو۔ جنت میں نہریں باغوں کے تابع ہوں گی اور جہاں باغ ہوں گے وہاں نہر کو ضرور پہنچنا پڑے گا۔ اس کی تائید اس حدیث پاک سے بھی ہوتی ہے جس میں ارشاد ہے کہ جنتی کا چشمہ ایک جگہ سے بہہ رہا ہوگا۔ وہ اُسے کہہ دے گا اب اس طرف سے بہنا شروع کردو تو وہ اُس طرف سے بہنے لگے گا۔

پھر ان باغوں سے انہیں پھل کھانے کو عطا ہوں گے بالکل ایسے ہی دیکھنے میں کہ وہ پہچان کر کہیں گے کہ یہ تو دُنیا میں بھی ہمیں ملا تھا اور اس کی صُورت میں بھی مشابہت ہوگی مگر لذت جداگانہ ہوگی اور پھر ان کو پاک عورتیں عطا ہوں گی، پاک عورتوں سے مراد وہ پاک عورتیں بھی ہیں، جن کی تخلیق ہی جنت میں ہوئی اور وہ مومن عورتیں بھی جو جنت میں داخل ہوں گی، جو عورت کسی کے نکاح میں فوت ہوئی اگر مرد بھی جنتی ہے تو اس کے ساتھ ہوگی اور پھر بعض مرد مومن ہوں گے مگر عورت کافر یا بعض عورتیں جنت میں ہوں گی مگر مرد کافر، یا بعض غیر شادی شدہ جنت میں ہوں گی تو اللہ کریم اُن کے آپس میں نکاح فرمائیں گے رہا پاکیزہ ہونا تو یہ جنت کے اوصاف میں سے ہوگا کہ وہاں نہ فضلہ ہوگا نہ تھوک نہ سینڈھ۔ اسی طرح نہ ہی عورت کسی قسم کی ناپاکی سے دوچار ہوگی۔

اَلسَّمۡعَ وَالۡاَبۡصَارَ وَالۡاَفۡئِدَۃَ

اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَاللّٰہُ اَخۡرَجَکُمۡ مِّنۡۢ بُطُوۡنِ اُمَّہٰتِکُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ شَیۡـًٔا ۙ وَّ جَعَلَ لَکُمُ السَّمۡعَ وَ الۡاَبۡصَارَ وَ الۡاَفۡـِٕدَۃَ ۙ لَعَلَّکُمۡ تَشۡکُرُوۡنَ

اور اللہ نے تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹ سے اس حالت میں نکالا کہ تم کچھ بھی نہ جانتے تھے اور اس نے تم کو کان عطا فرمائے اور آنکھیں اور دل تاکہ تم شکر کرو(سورۃ النحل' آیت 78)

موضوعِ کلام علم کے تین ذرائع یعنی سمع و بصرو افئدہ۔ خطاب الشیخ حضرت امیر المکرم مدظلہ العالی کا جنہوں نے اپنے شیخؒ سے اکتساب علم ان تینوں ذرائع سے کیا۔ دورانِ خطاب حضرت نے فرمایا، خبر کو پانا مقصود ہو تو بینائی یا شنوائی اور بسا اوقات بینائی و شنوائی سے کام سے لیا جاتا ہے لیکن یہی خبر علم تب بنتی ہے جب اس بینائی و شنوائی کے ساتھ قلبی بصیرت بھی شامل ہو۔ اسی لیے تو قرآن قریم نے خود کو عربی اور دوسروں کو عجمی کہنے والوں کو کائنات کی سب سے بڑی حقیقت سے لاعلم ہونے کی بناء پر جاہل قرار دیا ہے، کیونکہ جب قلب زنگ آلود ہو جائے تو بینائی رکھنے والے بھی "عمی" کہلاتے ہیں۔

بات دلائل سے سمجھائی جارہی تھی اور قرآن سے بڑھ کر دلیل کیا ہو سکتی ہے۔ فرمایا' علم کے پہلے دو ذرائع ہر ذی روح عمر بھر استعمال کرتا ہے اور اس کا علم بڑھتا رہتا ہے یہاں تک کہ موت کے ساتھ ہی اس کا مادی علم بھی ختم ہو جاتا ہے۔ تیسرا ذریعہ علم 'افئدہ'' قلب کی گہرائی میں ایک لطیفہ ربانی ہے' جو صرف انسان کو عطا ہوا۔ یہ علوم الٰہیات حاصل کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات' نظام دنیا اور انجام دنیا' عظمت الٰہی کو پانا' یہ افئدہ کا کام ہے لیکن کتنے انسان ہیں جو اس ذریعہ علم کو استعمال کر رہے ہیں یا ان کے ہاں افئدہ کسی عضو معطل کی طرح مفلوج ہو چکا ہے؟ حیرت کا اظہار فرمایا جارہا تھا کہ اس تیسرے ذریعہ علم کے بارے میں کسی نے کچھ لکھا نہ کسی بڑے سے بڑے عالم نے بات کی سوائے صوفیائے کرام کی جماعت کے! کوئی اس پر بات بھی کیوں کر کر سکتا ہے جب تک کہ اس نے خود اس ذریعہ سے اکتساب علم نہ کیا ہو۔ دلائل الوہیت الگ شے ہے اور عرفانِ الوہیت چیزِ دگر جو صرف دلائل سے حاصل نہیں ہو سکتی۔

حضرت امیر المکرم مدظلہ العالی نے ارشادِ باری تعالیٰ کا حوالہ دیا' نزولِ قرآن قلب اطہرﷺ پر ہوا۔ کلام الٰہی کو وصول کرنے کا ذریعہ یہی لطیفہ قلب ہے اور اس سے مستفید ہونے کا ذریعہ بھی یہی لطیفہ ربانی ہے۔ کفار مکہ نے آپﷺ کو دیکھا' لسانِ پیغمبرﷺ سے کلام باری سنا لیکن قرآن انہیں اندھا اور بہرا کہتا ہے کیونکہ ان کا افئدہ سماعت و بصارت کھو بیٹھا تھا۔ انبیاء علیہم السلام خطاب ہی قلوب سے فرماتے ہیں اور قلوب ہی اُن سے وصول کرتے ہیں اور جب عظمت الٰہی کو پالیتے ہیں تو ارشادِ باری کے مطابق شکر گزار بندے بن جاتے ہیں' مگر تھوڑے! یہ سارا معاملہ ہی قلب کا ہے اور صوفیائے کرام کی واحد جماعت ہے جو قلب سے خطاب کرتی ہے۔

تلاش کریں ایسی ہستیوں کو جو برکاتِ نبویﷺ سے قلوب منور کر رہی ہیں۔ جن کی محافل میں خطاب براہِ راست افئدہ سے فرمایا جاتا ہے' قلوب کو حیات آفرین توجہ نصیب ہوتی ہے' انہیں سماعت بھی ملتی ہے اور بصیرت بھی اور یہ وہ نعمت ہے جس کے سامنے دنیا جہاں کی دولت پرکاہ کے برابر نہیں۔ اللہ کریم کا یہ احسان ہے کہ وہ کسی ایسی محفل میں پہنچا دے جہاں بات قلوب سے ہو اور قلوب کے متعلق ہو۔ اب یہاں پہنچا ہی دیا ہے تو خود کا جائزہ لیں کہ افئدہ کو حیات بھی ملی ہے؟ کیا یہ برکاتِ نبویﷺ کے سیل رواں سے آبِ حیات وصول بھی کر رہا ہے؟ اس کی ایک علامت تو یہ محسوس ہوتی ہے کہ الشیخ کی طرف پہلی نگاہ اٹھے تو قلب پگھل جائے اور آنکھیں نمناک ہونے لگیں اور احادیث مبارکہ کی روشنی میں یہی اہل اللہ کی پہچان ہے۔ اللہ کرے یہ کیفیات دمِ آخر تک سلامت رہیں۔ آمین

ابو الاحمدین

کلامِ شیخ

سیماب اویسی

امیر محمد اکرم اعوان، سیماب اویسی کے قلمی نام سے شاعری کرتے ہیں۔ آپ کے کلام کے مندرجہ ذیل مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔

- گردِ سفر
- متاعِ فقیر
- آس جزیرہ
- کون سی ایسی بات ہوئی ہے
- نشانِ منزل
- سوچ سمندر
- دیدۂ تر

اپنی شاعری کے بارے میں خود لکھتے ہیں:

”مگر حق یہ ہے کہ یہ سب محض میری کیفیات اور میرے جذبات کے اظہار کے علاوہ کچھ نہیں۔ یہ اشعار کیسے ہیں، ان کا معیار کیا ہے، بلکہ یوں کہیے یہ اشعار ہیں یا نہیں، اس کی مجھے خبر نہیں اس لئے کہ میں نے یہ فن سیکھا ہے نہ اس کے اسرار و رموز۔ میں نے جتنا بھی سیکھا سب کچھ اپنے عظیم شیخ کی توجہ اور نگاہ کا حاصل ہے۔ اگر ان اشعار میں واقعی کوئی کمال نظر آئے تو یہ اللہ کی عطا اور شیخ المکرم کا فیضان نظر ہے۔ اور اس کے سارے سقم کی ذمہ داری میری کمزوریوں کا نتیجہ ہے۔ اللہ کرے جو میں چاہتا ہوں وہ کہہ سکا ہوں اور جو کہہ گیا ہوں وہ کسی کی سمجھ آسکے تو میں نے اپنا مقصد حاصل کرلیا“۔

فیضانِ نظر، متاعِ فقیر

غزل

اپنے شعروں میں بسانے کی جسارت کر لوں
میں تجھے تجھ سے چرانے کی جسارت کر لوں؟

ہے غنیمت یہ ملاقات دمِ خواب سہی
دِل جو چاہے وہ بتانے کی جسارت کرلوں؟

آج کی رُت نہ ملے پھر کبھی برسوں شاید
آج انہیں پاس بلانے کی جسارت کر لوں؟

بعد مدت کے لگا چاند قریب آیا ہے
کیا ترا نام بتانے کی جسارت کر لوں؟

تھا مرض حیلے بہانے سے بلانے کے لئے
صرف اک اور بہانے کی جسارت کر لوں؟

اپنا سرمایہ فقط ایک ادھوری خواہش
کیا ترے نام لگانے کی جسارت کر لوں؟

دِل تو الجھا ہے تری ذات میں سیماب اپنا
کیا کبھی ہاتھ بڑھانے کی جسارت کرلوں؟

”دیدۂ تر“ سے اقتباس

اقوالِ شیخ

1۔صوفی بارگاہ رسالت ﷺ کا ایسا غلام بن جاتا ہے جو ضرورت پڑنے پر شمشیر اٹھا سکتا ہے۔تاجر بن سکتا ہے، مزدور بن سکتا ہے وہ ہمہ جہت انسان بن جاتا ہے۔

2۔ذکر کرو اور پورے درد سے کرو۔دل کھول کر رکھ دو اللہ کے سامنے اور کہو بار الٰہا! اس میں اپنا پیار اپنی چاہت بھر دے۔

3۔نسبت اویسیہ کے طریقۂ ذکر میں ایک لمحے میں وجود کے سارے ذرات ذکر کرتے ہیں۔ہر (Cell) سیل "اللہ ھو" کہتا ہے۔

4۔تصوف میں ذکر الٰہی آکسیجن (Oxygen) سے زیادہ قیمتی ہے۔آکسیجن کے بغیر تو چند لمحے گزر جاتے ہیں لیکن ذکر کے بغیر نہیں۔

5۔دوسرے کا حساب لینا بندے کا منصب نہیں۔یہ صرف ایک ذات کو سزاوار ہے جو سب کا مالک و خالق ہے۔جو ہمہ وقت ہر چیز سے باخبر ہے۔جس کے سامنے ہر ایک کا عمل ہے۔

6۔اگر گناہ کی رغبت بڑھنے لگے، اپنی بڑائی کا خیال آنے لگے تو سمجھ لیں اللہ کریم راضی نہیں۔

7۔قرآن کی اصل کیفیت یہ ہے کہ صاحب کلام کے جمال کا پرتو قلوب میں اترے اور لذت آشنائی پیدا کرتا چلا جائے۔

8۔دین کو مال تجارت بنانے والا، جو دین سے دنیا کمانا چاہتا ہے، بدترین شخص ہے۔

9۔زبان سے دہراتے رہنا کہ اللہ ایک ہے، اللہ خالق ہے، اللہ مالک ہے اور عملی زندگی میں احکام الٰہی کی مخالفت کرتے جانا ابلیسی طریقہ ہے۔

10۔جب تک اللہ تعالیٰ کو دل میں نہ بسایا جائے مؤمن کی ظاہری زندگی کو حیات جاویداں نہیں مل سکتی نہ بقا نصیب ہو سکتی ہے۔

11۔قرآن کریم نے مسلمان کے تمام مصائب کا علاج، اور جملہ پریشانیوں کا حل ایک لفظ میں ارشاد فرما دیا اور وہ ہے تقویٰ۔

ذکر کا فائدہ یہ ہے کہ بندے کو اپنے کچھ نہ ہونے اور اللہ کے سب کچھ ہونے کا احساس ہو جائے۔

ذاتِ باری کے معاملے میں اپنے نہ ہونے کا ادراک ہو جائے کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں سب کچھ وہ ہے۔

شیخ المکرّم امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

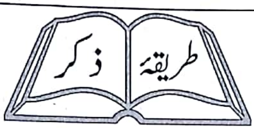

پہلا لطیفہ۔ مکمل یکسوئی اور توجہ کے ساتھ ہر سانس کی آمد و رفت پر اس طرح گرفت ہو کہ ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کی چوٹ قلب پر لگے۔

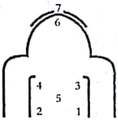

دوسرے لطیفے کو کرتے وقت ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کی چوٹ دوسرے لطیفے پر لگے۔ اسی طرح تیسرے چوتھے اور پانچویں لطیفہ کو کرتے وقت ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کی چوٹ اس لطیفہ پر لگے جو کیا جا رہا ہو۔ دیئے گئے نقشے میں انسان کے سینے، ماتھے اور سر پر لطائف کے مقامات بتائے گئے ہیں جن کا خیال کر کے ذکر کیا جاتا ہے۔

چھٹا لطیفہ۔ ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کا شعلہ پیشانی سے نکلے۔

ساتواں لطیفہ۔ ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کا شعلہ پورے بدن کے ایک ایک مسام اور خلیہ سے باہر نکلے۔

ساتویں لطیفہ کے بعد پھر پہلا لطیفہ کیا جاتا ہے جس کا طریقہ سب سے پہلے بیان ہوا ہے۔ ذکر کے دوران سانس تیزی اور قوت سے لیا جائے اور ساتھ ہی جسم کی حرکت جو سانس کے تیز عمل کے ساتھ خود بخود شروع ہو جاتی ہے۔ پورا خیال رہے کہ کوئی سانس اللہ کے ذکر سے خالی نہ ہو۔ توجہ قلب پر مرکوز اور ذکر کا تسلسل ٹوٹنے نہ پائے۔

رابطہ: ساتوں لطائف کے بعد رابطہ کیا جاتا ہے جس کا طریقہ یہ ہے۔ ساتویں لطیفہ کے بعد پہلا لطیفہ کیا جاتا ہے اور پھر رابطہ کے لئے سانس کی رفتار کو طبعی انداز پر لا کر ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' قلب کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کی چوٹ عرشِ عظیم سے جا ٹکرائے۔

8 ستمبر 2013ء

اللہ کی ذات کے لئے محنت

بیان ماہانہ اجتماع

شیخ المکرم حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ O وَالصَّلٰوةُ وَ السَّلَامُ عَلٰى حَبِيْبِهٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ O اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ O بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ O وَ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ط (العنکبوت:69)

زندگی قدم قدم پر ایک سوال ہے اب کیا کیا جائے؟ اب کیا ہوگا یہ ہر لمحے کا ایک سوال ہے۔ اور اس کا جواب شائد کسی کے پاس نہیں۔ کوئی نہیں جانتا اگلے لمحے کیا ہونے والا ہے؟ کیا صورتِ حال پیش آئے گی۔ تکلیف ہوگی یا آرام ہوگا۔ بیماری ہوگی، صحت ہوگی، کیا ہوگا؟ کیا نہیں ہوگا؟

اللہ کریم نے اس سوال کا بڑا خوبصورت جواب ارشاد فرمایا! انسان کی ساری زندگی سوال ہے۔ یہ آیہ کریمہ اُس سوال کا جواب ہے۔ اللہ کریم مالک ہیں، خالق ہیں، رازق ہیں۔ ہر وقت کے حافظ ہیں، محافظ ہیں، پالنے والے، قائم رکھنے والے اور سنبھالنے والے ہیں۔ ایک مختصر تیر بہ ہدف نسخہ ارشاد فرمایا: وَ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا (العنکبوت:69) جو لوگ میرے لئے، میری ذات کے لئے، میری رضا حاصل کرنے کے لئے، میری خوشنودی کے لیے مجاہدہ کرتے ہیں، محنت کرتے ہیں، کوشش کرتے ہیں، ہم انہیں اپنے راستے دکھا دیتے ہیں۔ بظاہر یہ چھوٹے چھوٹے خوبصورت دو جملے ہیں۔ لیکن زندگی کے سارے سوالوں کا جواب ان میں موجود ہے۔ ہم ہر کام کے لیے کوشش کرتے ہیں۔ ہر آنے والا لمحہ ایک نیا سوال لے آتا ہے۔ یہ کیسے ہوگا؟ وہ کام کیسے ہوگا؟ اور اُس کے لیے آدمی رات دن سرگرداں رہتا ہے، دوڑتا رہتا ہے، محنت کرتا ہے۔ فرمایا! کچھ میرے بندے جنہیں میری ذات پہ یقین ہوتا ہے۔ ایمان ہوتا ہے۔ وہ میرے لیے محنت کرتے ہیں۔ میرا قرب حاصل کرنے کے لیے محنت کرتے ہیں انہیں یہ یقین ہوتا ہے کہ میں رب العالمین ہوں۔ تمام جہانوں کا پالنے والا ہوں تمام جہانوں کے کام میں نے ہی کرنے ہیں۔ سب کی مصیبتیں میں نے ہی حل کرنی ہیں۔ میں ہی وحدہٗ لاشریک ہوں جو انسانی وجود کے ذرّے ذرّے کو پال رہا ہے۔

آج کی سائنس کہتی ہے کہ ہر انسان کے وجود میں دس کھرب سیل ہوتے ہیں۔ کسی کا وجود، ڈیل ڈول بھاری ہے تو اُس کے سیل بڑے ہوں گے۔ کسی کا قد چھوٹا ہے جسم دبلا ہے تو سیل چھوٹے ہوں گے۔ تعداد اتنی ہی ہوتی ہے۔ ہر سیل وجود کا ایک حصہ ہے۔ ہر سیل کا اپنا ایک کام ہے۔ اس میں وہ کرتا ہے۔ ہر سیل دوسرے سے وابستہ ہے اور یوں یہ دس کھرب کی آبادی مل کر ایک وجود کو زندہ رکھتی ہے، اس کے امور کو سرانجام دیتی ہے۔ اس قادرِ مطلق نے ہاتھ پاؤں، پیٹ، ٹانگوں، بازوؤں، آنکھوں، دماغ ہر چیز کو انہی سیلوں کو اُن کی مختلف ترتیب سے جوڑ کر بنا دیا۔ پھر سائنس کہتی ہے کہ کوئی سیل چھ مہینے سے زیادہ نہیں چلتا۔ سیل کی لمبی سے لمبی عمر چھ مہینے ہوتی ہے۔ ہر سیل اپنے جیسا ایک سیل پیدا کر کے مرجاتا ہے وہ اس کی جگہ لے لیتا ہے۔ گویا ایک انسانی وجود میں چھ مہینے میں دس کھرب پیدائشیں ہوتی ہیں اور دس کھرب موتیں ہوتی ہیں۔ ہم یہ سمجھتے ہیں یہ کام میں کرلوں گا، یہ فلاں کرے گا، یہ فلاں افسر کردے گا، یہ فلاں دوست کردے گا۔ تو یہ سارے دس کھرب کی اس ترتیب کو کون چلا رہا ہے؟ جو چھ مہینے میں بدل جاتی ہے۔ اگر اللہ پر یقین نصیب ہوجائے تو دنیا کا ہر کام رضائے الٰہی کے لیے مجاہدہ بن جاتا ہے۔ اس مجاہدے سے یہ مراد نہیں کہ اللہ کی رضا کے لیے وہ کچھ بھی نہیں کرتے، رات دن نوافل پڑھتے ہیں یا مراقبات کرتے رہتے ہیں یا ذکر کرتے رہتے ہیں مراد یہ

ہے کہ دنیا کے جتنے امور ہیں، روزی کمانے سے لے کر خرچ کرنے تک، کھانے پینے تک، دوستی دشمنی تک، ذاتی، خاندانی، گھریلو، قومی، ملکی زندگی میں بندے کا جو کردار ہوتا ہے۔ اس کردار پر یہ نظر رہے کہ یہ اُس انداز سے کیا جائے جس انداز سے اللہ کریم کو پسند ہے اور اللہ کی نافرمانی نہ کی جائے تو یہ ایک مسلسل مجاہدہ ہے۔ اور خالص اللہ کی رضا کے لیے ہو تو یہاں یہی مجاہدہ مراد ہے۔ انسان زندگی میں سارے کام کرنے کا مکلف ہے۔ اس کے بارے میں اللہ کے احکام موجود ہیں۔ نبی کریم ﷺ کی سنت موجود ہے۔ وہ کام اللہ کے حکم کے مطابق، نبی کریم ﷺ کے طریقے کے مطابق کیا جائے تو یہ رضائے الٰہی کے لیے مجاہدہ بن جاتا ہے۔ لیکن اس کے لیے بنیادی شرط ایمان ہے یقین ہے، ایک یقین وہ ہے! جو الحمدللہ ہم مسلمانوں کے گھر پیدا ہوئے، ماں باپ سے حاصل کیا، والدین سے، بزرگوں سے، پچھلی نسل سے ہم نے ایک یقین حاصل کیا، اللہ ہے، رازق بھی ہے، قادر بھی ہے، ساری نعمتیں اس نے دی ہیں اور آئندہ بھی ساری نعمتیں دینے والا وہی ہے۔ لیکن یہ سننے اور ماننے کی حد تک رہتا ہے۔ جب ضرورت پیش آتی ہے تو ہم چوری بھی کر لیتے ہیں۔ دھوکہ دے کر پیسے لے لیتے ہیں۔ اپنی روزی کی فکر کے لیے دوسرے کا حق چھین لیتے ہیں۔ تو یہ بات تو ہم نے پہلے مانی ہوئی ہوتی ہے۔ پھر ایسا کیوں کرتے ہیں؟ جب رازق اللہ ہے تو ہم دوسرے کا رزق ناجائز طریقے سے کیوں چھین لیتے ہیں۔ جو مانا ہوا ہے اس پر یقین نہیں ہے۔

ایک ساتھی پوچھ رہے تھے کہ نمازیں رہ جاتی ہیں کوئی ایسا وظیفہ بتائیں کہ نمازیں پڑھتا رہوں۔ سادہ سا وظیفہ ہے اللہ کو مان لو۔ نماز نہیں چھوٹے گی۔ صرف سنی سنائی حد تک نہیں، دِل کی گہرائی سے مان لو کہ میرا اللہ میرے ساتھ ہے۔ مجھے ہر وقت دیکھ رہا ہے۔ ہر ضرورت پوری کر رہا ہے۔ آج تک بھی اُس نے کی۔ آئندہ بھی اُسی نے کرنی ہے۔ تو بھلا اس کا حکم ٹالنے اور بھولنے کی نوبت آئے گی!۔ تو عبادت صرف نماز نہیں بلکہ ہر کام عبادت بن جاتا ہے جب وہ اللہ کے حکم کے مطابق کیا جائے۔ یہ عبادات جو فرض ہیں یہ بھی اس لیے فرض ہیں کہ ان کے کرنے سے یہ یقین حاصل ہو جائے۔ قرآن کریم نے بتایا! اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْکَرِ (العنکبوت:45) فرائض عبادات، برے کاموں سے، بے حیائی سے روک لیتی ہیں۔ یہ دیوار نہیں بن جاتیں یہ وہ ایمان ویقین نصیب کرتی ہیں کہ بندہ ہر حال میں سمجھتا ہے اللہ کریم میرے ساتھ ہے۔ میں اللہ کے سامنے برائی تو نہیں کر سکتا۔ اللہ کے سامنے جھوٹ تو نہیں بول سکتا۔ اللہ کے روبرو چوری تو نہیں کر سکتا۔ ہر برائی چھوٹ جاتی ہے جب برائی چھوٹتی ہے تو اس کی جگہ نیکی آجاتی ہے۔ نیکی کی توفیق ارزاں ہو جاتی ہے تو فرمایا! جو میری رضا کے لئے، مجھے پانے کے لئے، میرے قرب کی تلاش میں مجاہدہ کرتے ہیں۔ لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا (العنکبوت 69) ہم اپنے کئی راستے اُن پہ کھول دیتے ہیں۔ اُنہیں دکھا دیتے ہیں۔

نبی ﷺ نے زمین پر ایک خط کھینچا پھر اس کے گرداگرد بہت سے خط بنائے اور فرمایا! یہ جو سیدھا خط ہے یہ اللہ کا راستہ ہے۔ یہ جتنے راستے جدا ہوتے ہیں یہ اللہ سے دور کرنے والے ہیں۔ یہ اللہ کے نہیں ہیں۔ اللہ کا راستہ سیدھا اور ایک ہے۔ تو یہاں ارشاد فرمایا! سُبُلَنَا ہم اپنے بے شمار راستے اُس پہ کھول دیتے ہیں۔ مراد ہوگی کہ بے شمار ایسے اسباب پیدا فرما دیتے ہیں جو اُسے سیدھے راستے پہ لے آتے ہیں۔ بے شمار وسائل اور ذرائع پیدا کر دیتے ہیں جو اسے نیکی پہ لے آتے ہیں۔

مفسرین کرام نے یہاں یہ بات ارشاد فرمائی ہے کہ جو لوگ اللہ کی رضا کے طالب ہو کر اُس کے لیے محنت کرتے ہیں۔ اللہ اُنہیں ایسے لوگوں کے پاس پہنچا دیتا ہے کہ جو اُس کی ہدایت کا سبب بن جاتے ہیں۔ جو خود نیک ہوتے ہیں اُسے نیکی پہ گامزن کر دیتے ہیں۔ پھر راستہ ایک ہے لیکن ہر شخص کے اس تک پہنچنے کے اسباب الگ ہیں۔ کروڑوں لوگ پہنچتے ہیں تو کروڑوں اسباب سے۔ ہر آدمی کے لیے وہاں تک پہنچنے کا الگ سے سبب بن جاتا ہے۔ پھر اُس ایک راستے میں بھی بہت سے راستے ہیں۔ ایک ہی راستہ ہے ایک چٹیل میدان سے جا رہا ہے۔ صاف ہے، سیدھا ہے، خوبصورت ہے لیکن ایک چٹیل میدان سے جا رہا ہے آگے چل کر وہ سرسبز میدانوں میں پہنچ جاتا ہے۔ راستہ وہی ہے۔ ایک ہی ہے لیکن وہ تو دوسرا ہو گیا۔ اُس سے آگے جاتا ہے تو باغوں سے گزرتا ہے، باغیچوں سے گزرتا ہے۔ پھل پھول ہیں، بہار آئی ہوئی ہے۔ چشمے

چل رہے ہیں۔ اس سے آگے جاتا ہے تو بے شمار پھلدار پودے ہیں۔ درخت ہیں۔ پھل ہیں۔ آگے جاتا ہے تو بیشار آبادی ہے۔ خوبصورت گھر ہیں، مکان ہیں۔ تو وہ ایک راستہ بھی کئی قسموں میں بدل جاتا ہے۔ فرمایا! بندہ جتنا مجاہدہ کرتا رہتا ہے۔ جتنی اطاعت کرتا رہتا ہے۔ ہم اس کو اتنی منازل عطا کرتے رہتے ہیں۔ بلند سے بلندتر، آگے سے آگے، تو گویا زندگی ایک مسلسل مجاہدہ ہے۔ یہ ختم نہیں ہوتا۔ زندگی کا وقت، آنے والا ہر لمحہ، زندگی کا گزرنے والا ہر دن، آنے والا دن، اطاعت الٰہی کی دعوت دیتا ہے اور یہ مجاہدہ مسلسل رہتا ہے۔ ہر دم کے ساتھ، ہر سانس کے ساتھ، ہر لمحے کے ساتھ اور جس طرح مجاہدہ مسلسل رہتا ہے اُسی طرح ترقی درجات میں بھی تسلسل ہے۔ جو لوگ اللہ کے لیے زندگی صرف کرتے ہیں اللہ اُن پر بے کراں انعامات کی بارش فرماتا ہے۔ بے پناہ نعمتیں عطا فرماتا ہے۔ بے شمار منازل اور درجات عطا فرماتا ہے۔ ارشاد باری ہے وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ (الحجر:99) اپنے اللہ کی عبادت کرتے رہو حتیٰ کہ تمہیں یقین، یعنی آخرت واضح ہو جائے۔ یہ دنیا چلی جائے حتیٰ کہ تم برزخ میں پہنچ جاؤ، آخرت میں پہنچ جاؤ یہ یقین آخرت میں تو ہر ایک کو نصیب ہوگا بلکہ جن لوگوں نے خدائی دعوے کر رکھے تھے وہ بھی مانیں گے کہ اللہ تو ہی مالک ہے۔ دوزخ بھی برحق ہے جنت بھی برحق ہے، نیکی اور برائی کا اجر بھی برحق ہے۔ فرشتے بھی برحق ہیں ساری چیزیں وہ مان جائیں گے لیکن وہ دارعمل نہیں ہے۔ وہ ماننے کی یا نہ ماننے کی جگہ نہیں ہے۔ وہ دارالجزاء ہے۔ وہاں اجر ملنا ہے۔ زندگی میں جو کیا اس کا معاوضہ ملنا ہے۔ نبی کریم ﷺ اور اللہ کے تمام انبیاءؑ یہی کام کرتے آئے ہیں کہ وہ یقین جو کافر کو عندالموت یا بعدالموت نصیب ہوتا ہے مومن کو زندگی مین اس سے زیادہ یقین کامل نصیب ہو جاتا ہے۔ اس کی ضرورت یہاں ہے۔ ایمان بالغیب مطلوب ہے یہ ساری چیزیں ہماری نظروں سے غائب ہیں۔ لیکن اللہ اور اللہ کے نبی ﷺ کے بتانے پر ان پر یقین کامل کی ضرورت اس دنیا میں ہے۔ جب یہاں یہ یقین نصیب ہوگا۔ جس کو یہ یقین ہو کہ یہ میرے دس کھرب سیل اللہ نے تخلیق فرمائے ہیں۔ اللہ ان کو موت دیتا ہے۔ اللہ نئے سیل پیدا فرماتا ہے۔ آنکھوں کی بینائی ان کی وجہ سے ہے۔ دماغ کی صحت ان کی وجہ سے ہے، کانوں میں شنوائی ان کی وجہ سے ہے۔ سارے جسم کا نظام انہی کے ذریعے انہی کی وجہ سے ہے۔ انہیں اللہ کریم نے اس نسبت سے جوڑا ہے کہ یہ مل جل کر بدن کے نظام کو چلاتے ہیں اور یہ پورے شہر ہی نہیں یہ تو ملکوں سے بھی بڑا ہو جاتا ہے۔ دنیا میں انسانی آبادی کم وبیش اس وقت چھ ارب ہے۔ سو ارب سے ایک کھرب بنتا ہے۔ اور دس کھرب آبادی ایک انسان کے وجود کے اندر ہے تو کتنی دنیائیں بنتی ہیں؟ کتنا وسیع نظام بنتا ہے۔ اسے پیدا فرمایا، اسے چلا رہا ہے اور سارے امور اُسی کی بارگاہ سے عطا ہوتے ہیں۔ یہ یقین حاصل ہو جائے تو پھر نماز چھوٹتی ہے؟ دفتر سے ہمیں چند سکے تنخواہ وہاں سے ملتی ہے بارش ہو، گرمی ہو، سردی ہو، صحت ہو بیماری ہو، نہیں جاسکیں گے تو فوراً درخواست پہنچائیں گے تاکہ وقت سے پہلے پہنچ جائے کہ میری آج طبیعت ٹھیک نہیں میں بیمار ہوں، مجھے بخار ہے۔ اس کی فکر ہوتی ہے ورنہ ہر حال میں آدمی دفتر پہنچتا ہے۔ اسے پتہ ہے میں نے یہاں سے تنخواہ لینی ہے۔ اُسی سے بچوں کی روزی بھی ہے میری بھی ہے۔ اگر یہ یقین ہو جائے کہ یہ بے پناہ نعمتیں حضورِ حق سے ہی ملتی ہیں تو وہاں غیر حاضری کا کوئی تصور ہے۔ ہم کیوں غیر حاضری کرتے ہیں، ذکر کیوں چھوٹ جاتا ہے، کیوں نماز چھوٹ جاتی ہے؟ اس لیے کہ اس یقین میں کمی ہے اور یہ کمی پھر عبادات سے ہی دور ہوتی ہے فرائض سے ہی دور ہوتی ہے۔ یہ ایک دوسرے کے لیے زندگی کا سبب ہے۔ انسان ہے اللہ کریم نے اُسے بڑی رعایتیں دی ہیں۔ کسی کی ایک نماز چھوٹ جاتی ہے بیماری کی وجہ سے، کسی روز آنکھ نہیں کھل سکی، کوئی انسانی کمزوری آڑے آگئی تو فوراً قضا کرے اللہ کریم نے یہ رعایت دی ہے۔ قضاء کرنے سے بھی یہ احساس زندہ ہوتا ہے اسے چھوڑنا تو نہیں چاہیے۔ تو پھر یہ فرائض تو فرائض ہیں پوری زندگی عبادت اور مجاہدہ بن جاتی ہے اور انسانی زندگی بھی یہی ہے کہ اللہ کریم کی رضا کے لیے اپنا ہر لمحہ وقف کر دے۔ ہر آن کوشاں رہے۔ ہر لمحے اسے دھیان رہے۔ اللہ کریم فرماتے ہیں کہ میں اُس پر ہر لمحہ اپنی عنایات کی بارش فرماتا رہتا ہوں۔ اس کے سارے کام بھی ہوتے رہتے

ہیں۔اس کی ساری مصیبتیں بھی گزرتی رہتی ہیں۔ زمانے کے گرم وسرد سے وہ بھی گزرتا ہے۔ جو غافل ہے اُسے بھی گزرنا پڑتا ہے۔ غافل اکیلا دھکے کھاتا، ڈرتا، مرتا گزرتا ہے اور اللہ کے بندوں کو معیت باری نصیب ہوتی ہے۔ اگر دنیوی مصیبت بھی اُن پہ آئے تو گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہے۔ یا ترقی درجات کا سبب بن جاتی ہے۔ وہ بھی راحت وسکون کا سبب بن جاتی ہے۔ غافل پہ تکلیف آئے تو اُس کے لیے تکلیف کا سبب بن جاتی ہے اور دکھ کا سبب بن جاتی ہے۔ تو یہ یقین حاصل کیا جائے۔

یقین کے بھی مختلف مدارج ہیں ایک درجہ یہ ہے کہ آپ کچھ دلائل، کچھ حقائق دیکھ کر اندازہ کرتے ہیں کہ ایسا ہے۔ کہیں دھواں اٹھ رہا ہے تو یہ دلیل بن جاتا ہے کہ وہاں آگ ہے۔ دوسرا درجہ ہے کہ بندہ چل کر وہاں جائے اور اپنی آنکھوں سے آگ کو دیکھ لے۔ اسے کہتے ہیں عین الیقین۔ دیکھ لیا یقین حاصل ہوگیا۔ لیکن یقین کا کامل درجہ یہ ہے کہ آگ کہیں چھو جائے، یا آگ میں اُنگلی پڑ جائے یا کہیں جلا دے تو پتہ چلتا ہے کہ آگ ہے اور اس کا یہ دکھ ہے اُسے کہتے ہیں حق الیقین۔ جب اُس پہ کیفیات وارد ہوتی ہیں۔ تو یہ حق الیقین ہوتا ہے۔ یقین کا ایک درجہ یہ بھی ہے کہ انسان کائنات اور اس کی چیزوں کو، کبھی سورج کے طلوع وغروب، رات دن کے آنے جانے کو، موسموں کی تبدیلیوں کو دیکھ کر اندازہ کرلے کہ کوئی ہستی تو ہے جو اس سارے نظام کو چلا رہی ہے۔ اور اُسے نور ایمان نصیب ہو، نبی ﷺ کے دامن سے وابستگی نصیب ہو تو ایمان کا کم از کم درجہ یہ ہے کہ اُسے عین الیقین حاصل ہو جائے۔ اس کا اعتماد اتنا جم جائے کہ میں آنکھوں سے دیکھ کر دھوکا کھا سکتا ہوں لیکن نبی کریم ﷺ نے جو فرمایا اس میں کوئی دھوکا نہیں۔ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں وہ کوئی جانور کھڑا ہے، قریب جاتے ہیں تو وہ جھاڑی ہوتی ہے۔ آنکھوں کو دھوکا لگ سکتا ہے۔ ہماری بینائی کو دھوکا لگ سکتا ہے لیکن جو حضور ﷺ نے فرمایا اس میں کوئی شک وشبہ نہیں وہ سارا سچ ہے۔ لیکن کسی پر باتباع نبوت ﷺ کیفیات وواردات وارد ہوں، تجلیات باری کا اس کے دل پہ نزول ہو، وہ ان کیفیتوں سے گزرے تو پھر اسے حق الیقین نصیب ہوتا ہے۔ اور یہ یقین ہے جو اللہ کی اطاعت پہ بندے کو کاربند کرتا ہے وہ اسے چھوڑ نہیں سکتا۔ جتنی جتنی یقین میں کمی ہوتی جائے گی اتنا اتنا اعتماد اسباب اور وسائل پہ بڑھتا جائے گا اور اللہ پر کم ہوتا چلا جائے گا۔ اور یہ معاملہ بڑا نازک ہے کیونکہ وسائل چھوڑے نہیں جا سکتے اس لیے کہ وسائل اختیار کرنا اللہ کا حکم ہے۔ لیکن وسائل واسباب کو ہی اپنا حاجت روا اور رازق سمجھ لینا یہ بھی بڑا ظلم ہے۔ وسائل اس لیے اختیار کرتے ہیں جس طرح ہم نے نماز ادا کرنی ہے کہ اللہ کا حکم ہے۔ روزہ رکھنا ہے کہ اللہ کا حکم ہے اسی طرح جائز وسائل اختیار کرنے پہ اللہ کا حکم ہے اور جب اللہ کا حکم سمجھ کر اختیار کرے گا تو وہ ناجائز راستہ نہیں اپنائے گا۔ کیونکہ اس سے تو اللہ نے منع فرمایا ہے۔ جائز وسائل اختیار کرے گا اور وسائل پہ اعتبار نہیں ہوگا۔ اعتبار اللہ پر ہوگا۔ وہ کہے گا میں محنت اس لیے کر رہا ہوں، کہ اللہ نے محنت کرنے کا حکم دیا۔ اب اس کا پھل کیا ہے؟ وہ اُس کی ذات ہے جو وہ عطا کرے گا۔ وہ ہوگا۔

تو یوں میرے بھائی! یہ ساری زندگی ایک مجاہدہ بن جاتی ہے۔ ہر سانس ایک مجاہدہ بن جاتا ہے۔ ہر لحہ اِک مجاہدہ بن جاتا ہے کوشش کریں کہ اپنے ہر لمحے کو، ہر سانس کو اللہ کے لیے خالص کرلیں۔ اُس کی رحمتیں بے پناہ ہیں۔ دنیا بھی سنور جاتی ہے۔ دنیا میں بھی حیات طیبہ نصیب ہوجاتی ہے۔ مبارک زندگی نصیب ہوجاتی ہے، بابرکت زندگی نصیب ہوجاتی ہے۔ دل پرسکون ہوجاتا ہے اور آخرت بھی سنور جاتی ہے اور اُس کا ایک ہی راستہ ہے کہ نبی ﷺ کے دامن سے وابستہ رہو۔ ہر شعبۂ زندگی میں آپ ﷺ کی اطاعت کرو۔ اللہ کریم کو کسی لمحے مت بھولو، ہمارے بھلا دینے سے اس کا کچھ نہیں بگڑے گا۔ لیکن اگر اُس نے ہم سے نظر کرم پھیر لی تو ہمارے پاس کچھ نہیں بچے گا۔ اس لیے ہر آن ہر لحہ اللہ کریم کی یاد میں بسر کرو۔ زندگی ایک مسلسل مجاہدہ ہے، جہد مسلسل ہے۔ اس کو اسی طرح سے دیکھو اور اسی طرح بسر کرو۔ اللہ کریم سب کی محنت قبول فرمائے۔ عامۃ المسلمین کو اسی راہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ایمان ویقین پہ زندہ رکھے اور اسی ایمان ویقین پہ خاتمہ نصیب فرمائے اور اپنے ایمان والے بندوں کے ساتھ حشر نصیب فرمائے۔ آمین

وَ آخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ O

مسائل السلوک من کلام ملک الملوک

شیخ المکرم حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی کا بیان

رضا بالدنیا کی مذمت

قولہٗ تعالیٰ: اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا وَرَضُوْا بِالْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَاطْمَاَنُّوْا بِهَا یونس:7

ترجمہ: جن لوگوں کو ہمارے پاس آنے کا کھٹکا نہیں ہے اور وہ دنیوی زندگی پر راضی ہو گئے ہیں اور اس میں جی لگا بیٹھے ہیں۔

"مذمت کا رضا بالدنیا و اطمینان بالدنیا پر مرتب کرنا ان دونوں کے مذموم ہونے پر دلیل ظاہر ہے۔"

یہاں سمجھنے کی بات یہ ہے کہ دنیا سے مراد کیا مال و دولت ہے، زر و زمین ہے، کیا چیز ہے؟ تو فرمایا گیا۔

چیست دنیا از خدا غافل شدن

دنیا کیا ہے؟ دنیا یہ ہے کہ بندہ اللہ کریم سے غافل ہو جائے۔ احکام الٰہی کے خلاف دنیا کی محبت میں جائز ناجائز ذرائع ہر حیلے سے دنیا جمع کرنے لگ جائے۔ اور جتنی دولت آئے اس پر آپ مطمئن اور خوش ہو جائیں تو یہ دنیا ہے۔ اگر حلال اور جائز ذرائع سے روزی کمائی جائے اس میں اللہ آسانی دے تو وہ دنیا نہیں۔ مومن کی دنیا بھی دین ہوتی ہے کیونکہ وہ اتباع شریعت کے نتیجے میں ملتی ہے اور شریعت کا اتباع ہی عبادت ہے۔ تو حصول روزگار یا سرمایہ کمانا یا کاروبار کرنا، مزدوری کرنا یا کھیتی باڑی کرنا اس سے آمدن کا آنا، اس پر اگر زکوٰۃ واجب ہو اور دی جائے اور اسے جائز اور حلال کاموں پر خرچ کیا جائے تو وہ جتنی بھی ہو وہ دنیا شمار نہیں ہوگی۔ جس طرح حضرت عثمان غنیؓ یا اور بے شمار صحابہؓ کرام طبقہ امراء میں شمار ہوتے تھے۔ تو وہ دنیا شمار نہیں ہوتی تھی۔ وہ دین شمار ہوتا ہے۔ ایک تو اس کا حصول شرعی طریقے سے ہوتا ہے دوسرے وہ خرچ بھی جائز مقامات پر کی جاتی ہے تیسرے یہ ہے کہ ان لوگوں کا مقصد محض دنیا جمع کرنا نہیں ہوتا مقصد اللہ کی رضا کو پانا ہوتا ہے۔ وہ محنت مشقت بھی کرتے ہیں تو اللہ کی رضا سمجھ کر لہٰذا مومن کے پاس حلال ذرائع سے دولت کمانا دنیا نہیں کہلائے گا۔ ہر جائز و ناجائز ذریعہ سے دولت جمع کرنا اور اس پر مطمئن ہونا اس کی قرآن کریم میں مذمت آئی ہے کہ ایسا وہی لوگ کرتے ہیں جنہیں قیامت پر یقین نہیں ہوتا۔

بلا و نعمت میں غیر عارف کا حال

قولہٗ تعالیٰ: وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْۢبِهٖٓ اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَآئِمًا ۚ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهٗ مَرَّ كَاَنْ لَّمْ يَدْعُنَآ یونس:12

ترجمہ: اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو ہم کو پکارنے لگتا ہے لیٹے بھی بیٹھے بھی، کھڑے بھی پھر جب ہم اس کی وہ تکلیف اس سے ہٹا دیتے ہیں تو پھر اپنی پہلی حالت پر آ جاتا ہے کہ گویا جو تکلیف اسے پہنچی ہی نہ تھی اس کے ہٹانے کے لئے کبھی ہم کو پکارا ہی نہ تھا۔

"روح میں ہے کہ یہ ان لوگوں کی حالت ہے جنہوں نے مشاہدہ ربوبیۃ میں حقائق عبودیت کا ادراک نہیں کیا۔ ان پر جب بلا آتی ہے تو تضرع کرنے لگتے ہیں اور جب بلا دور ہو جاتی ہے تو گویا بے تعلق ہو جاتے ہیں اور اگر عارف ہوتے برابر تضرع اور عبودیت کرتے رہتے بحاصلہ اور اگر انسان سے مراد کافر لیا جاوے تو اس پر دال ہے کہ دعا و عبادت اگر ایمان سے نہ ہو بلکہ محض اضطرار سے ہو تو (شرعاً) نافع نہیں اور ایسی ہی دعا و عبادت اس آیت میں مذکور ہے فَاِذَا رَكِبُوْا فِى الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ

یہاں انہوں نے دو باتیں ارشاد فرمائی ہیں کہ ایک تکلیف و مصیبت میں اللہ کی ربوبیت کو زبانی ماننے والا ہے۔ دوسرا اس کی ربوبیت کا ادراک کرنے والا ہے۔ جیسے ہمارے ہاں سیلاب آیا، زلزلہ آتا ہے یا بے شمار بارشیں ہوتی ہیں تو بندہ زبانی توبہ توبہ کرتا رہا جو ملتا کہتا توبہ توبہ بڑی تباہی ہوگئی ہے۔ اللہ معاف کرے۔ کہنے کو یہ کہتے ہیں لیکن کرنے کو اپنے کردار کی اصلاح نہیں کرتے۔ اعمال اور کردار وہی رہتا ہے جو پہلے تھا اس کی اصلاح نہیں کرتے۔ تو اس میں وہ فرماتے ہیں کہ انہیں مشاہدہ ربوبیت تو ہے۔ یعنی یہ جانتے تو ہیں کہ کوئی رب ہے لیکن اس کے ساتھ مشاہدہ ربوبیت میں حقائق عبودیت کا ادراک نہیں کیا۔ یعنی یہ تو جانتے ہیں کہ رب ہے لیکن یہ بات نہیں سمجھ رہے کہ میں اس کا مربوب ہوں میں اس کا بندہ ہوں اور میرا کام اس کی مکمل اطاعت کرنا ہے۔ یہ بات تو کافر بھی مانتا ہے خواہ کسی نام سے مانتا ہے کہ کوئی رب ہے، کوئی مالک ہے، کوئی پیدا کرنے والا ہے، خواہ اس کا کوئی نام رکھے لیکن یہ جاننا کہ میں اس کی مخلوق ہوں اس کا بندہ ہوں اور اس نے سب سے بڑی دولت مجھے یہ دی ہے کہ میں اس کی ذات کی معرفت حاصل کرسکتا ہوں لہٰذا مجھے اسے پہچاننا اور اس کی اطاعت کرنا ہے۔ اور دوسری جو بات اس میں حضرتؒ نے ارشاد فرمائی ہے وہ یہ ہے کہ اگر انسان سے مراد کافر لیا جائے تو کافر پر بھی جب مصیبت آتی ہے تو وہ بھی کہتا ہے اے دو جہانوں کے مالک، اے دنیا کے مالک مجھ پر رحم فرما۔ تو فرماتے ہیں اگر دعا ایمان سے نہ ہو اور ایمان کا تقاضا صرف اللہ کی ذات یا اس کی ہستی کا اقرار نہیں ہے ایمان کا تقاضا ہے اللہ کو ویسا مانو جیسا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو عبداللہ کے بیٹے جو مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے جنہوں نے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی جیسا وہ منواتے ہیں ویسا مانیں۔

فقہ میں یہ تشریح دی گئی ہے کہ جب بچے کو آپ اللہ کا تصور دیتے ہیں تو اسے یہ سمجھائیں کہ میں اس اللہ کو اپنا رب، اپنا خالق مانتا ہوں، اس اللہ کو اپنا معبود مانتا ہوں جسے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو حضرت عبداللہ کے بیٹے مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے جنہوں نے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی جیسا وہ منواتے ہیں ویسا ہی مانتا ہوں اور جس کو وہ منواتے ہیں اسی ہستی کو مانتا ہوں۔ لہٰذا ایمان تب ہوگا جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی مانے گا، اللہ کی کتابوں کو بھی مانے گا، آخرت کو مانے گا، ملائکہ کو مانے گا، عذاب وثواب کو مانے گا۔ یہ سارے حقائق ایمان کی بنیاد ہیں۔ ان میں سے کسی ایک حقیقت کا انکار بھی ایمان سے خارج کر دیتا ہے تو فرماتے ہیں اگر کافر ہے اور وہ دعا کرتا ہے تو محض اضطراب سے کرے گا مصیبت میں تکلیف سے پریشان ہوگا تو کرے گا۔ فرماتے ہیں ایسی دعا اور عبادت نافع نہیں ہے، اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے، وہ قبول نہیں ہوتی بلکہ بارگاہِ الوہیت میں جاتی ہی نہیں، وہ پیش ہی نہیں کی جاتی، وہ رَد کردی جاتی ہے۔

مردوں سے مدد مانگنے کی مذمت

قولہ تعالیٰ: حَتّٰٓى اِذَا كُنْتُمْ فِى الْفُلْكِ ۚ وَجَرَيْنَ بِهِمْ الی

قولہ تعالیٰ بِهِمْ ۙ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۔ یونس:22

ترجمہ: یہاں تک کہ جب تم کشتی میں ہوتے ہو اور وہ کشتیاں لوگوں کو موافق ہوا کے ذریعہ سے لے کر چلتی ہیں۔ الی قولہ۔ خالص اعتقاد کر کے اللہ ہی کو پکارنے لگتے ہو۔

’’روح البیان میں ہے تم کو معلوم ہے کہ اس زمانہ میں اکثر لوگوں کا یہ حال ہے کہ ایسے وقت میں بزرگوں کو پکارتے ہیں آہ تو اس حیثیت سے یہ لوگ ان مشرکوں سے بھی زیادہ قابل افسوس ہوئے۔‘‘

فرماتے ہیں عجیب بات ہے کہ مشرکین و کفار جب ایسی مصیبت میں گھر جاتے تھے جب انہیں کوئی اور ذریعہ نظر نہیں آتا تھا جیسے کشتی میں ہوں اور سمندر میں ہوں اور ہوا مخالف ہو جائے اور سمندر میں طوفان آجائے یا بھنور پڑنے لگیں تو وہ خالص اللہ کو پکارتے تھے۔ اس کے باوجود اللہ کریم نے ان کی تکذیب فرمائی کہ یہ مجھے پکار تو رہے ہیں، یہ جھوٹ بول رہے ہیں جیسے ہی طوفان گزر جائے گا یہ پھر اپنے بتوں کی پوجا کرنے لگیں گے۔ لیکن جب وہ سمجھتے تھے کہ اب بلا سر سے گزر گئی اور بچنے کا کوئی حیلہ نہیں تو اللہ کو پکارتے تھے۔ تو مولانا فرماتے ہیں کہ ہمارا زمانہ اس قدر دور جاچکا ہے بلکہ صاحب روح البیان لکھتے ہیں (یہ آج کی بات نہیں) تو وہ فرماتے ہیں اب لوگ اللہ سے اتنے دور ہو چکے ہیں کہ ایک زمانہ تھا کہ کافر بھی انتہائی مصیبت میں اللہ کو پکارتا تھا آج مسلمان

انتہائی مصیبت میں بھی اولیاء اللہ کو پکارتا ہے اللہ کو نہیں پکارتا۔ تو اضطرار میں بھی پکارنا (جو مقصد ہے) اللہ کو ہے۔ چونکہ ہر جگہ ہر ایک کی بات سننا اور ہر ایک کی مصیبت دور کرنا یہ اس کا ذاتی فعل ہے۔ باقی مخلوق اولیاء اللہ خواہ وہ کسی مقام کے بھی ہوں وہ اللہ کے بندے ہیں۔ وہ خود مصیبتیں بھگتتے ہیں، ان پر خود پریشانیاں آتی ہیں، ان پر خود صحت و بیماری، انسانی حوادث سارے گزرتے ہیں۔ تو مخلوق کی ربوبیت کی طرح سے رکھوالی کرنا یہ اللہ کا کام ہے۔ تو وہ فرماتے ہیں اس زمانے میں اکثر لوگوں کا یہ حال ہے کہ ایسے وقت میں بزرگوں کو پکارتے ہیں۔ اس حیثیت سے یہ لوگ ان مشرکین سے بھی زیادہ قابل افسوس ہیں ان کا حال تو ان سے بھی برا ہے اللہ کریم معاف فرمائے۔

دیدار حق کا نعماء جنت سے افضل ہونا:

قولہ تعالیٰ: لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَىٰ وَزِيَادَةٌ ۔ یونس:26

ترجمہ: جن لوگوں نے نیکی کی ہے ان کے واسطے خوبی ہے اور مزید برآں بھی۔

"حدیث مسلم میں اس کی تفسیر رویت باری تعالیٰ سے آئی ہے اور اس کو زیادت فرمانا اس پر دلیل ہے کہ یہ تمام نعم اخرویہ سے افضل ہے۔"

فرماتے ہیں مسلم شریف کی حدیث ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نیکی پر بہت زیادہ دینا یہ اللہ جل شانہ کی رویت یعنی آپ کا دیدار ہے۔ اللہ اپنی ذات کا دیدار کرائے گا اور یہ اس لئے ہے کہ جنت کی نعمتیں بے شمار ہیں بے پناہ ہیں اور ہمارے قیاس و گمان سے بالاتر ہیں لیکن تمام نعمتوں سے بڑی نعمت اللہ جل شانہ کا دیدار ہے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چونکہ زیادتی نعمتوں پر ہے سب سے بڑی نعمت اللہ کا دیدار ہے لہٰذا ہر نیکی پر امید کی جا سکتی ہے کہ نیکی کا اجر تو ملے گا ہی اللہ کا دیدار بھی نصیب ہوگا۔

ذات وصفات میں اتباع ظن کی مذمت

قولہ تعالیٰ: وَمَا يَتَّبِعُ أَكْثَرُهُمْ إِلَّا ظَنًّا ۔ یونس:36

ترجمہ: اور ان میں سے اکثر لوگ صرف بے اصل خیالات پر چل رہے ہیں۔

"روح البیان میں ہے کہ اس سے علماء رسوم بہت کم محفوظ ہیں چنانچہ اکثر اہل ظاہر متکلمین کے دلائل (ذات وصفات کے متعلق) متعارض پائے جاتے ہیں (جو شان ہوتی ہے ظنیات کی) پس جو شخص اس سے بچنا چاہے وہ سلف صالح کا اتباع کرے اور فلسفیات میں مشغول نہ ہو جس سے بجز شک بڑھنے کے کچھ حاصل نہیں اھ۔"

فرماتے ہیں اس میں اکثر علماء گرفتار ہو جاتے ہیں۔ اور وہ علماء جو دنیا دار ہوتے ہیں جو محض فلسفہ منطق صرف ونحو اور علم کلام کے لحاظ سے اللہ کی ذات اور صفات پر بحث کرتے ہیں جن سے سوائے شکوک کے بڑھنے کے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ کے پاس بہت بڑے متکلمین میں سے ایک ہستی حاضر ہوئی اور انہوں نے عرض کیا کہ آپ مجھے بیعت فرمالیں۔ تو انہوں نے فرمایا بھئی بیعت تو کرلوں گا، اللہ اللہ بھی سکھاؤں گا لیکن شرط یہ ہے کہ تم یہ منطق، علم کلام چھوڑ دو۔ عرض کی حضرت چھوڑ دوں گا۔ انہوں نے بیعت فرمالیا۔ کچھ عرصہ گزرا تو بیمار ہوئے بزرگ آدمی تھے موت آ گئی۔ حضرتؒ عیادت کے لئے تشریف لے گئے تو وہ ان کا آخری وقت تھا۔ حضرت نے پوچھا سناؤ کیا کیفیت محسوس کر رہے ہو۔ وہ کہنے لگے شیطان نے مجھے گھیر رکھا ہے اور وہ کہتا ہے کہ کوئی اللہ نہیں ہے کوئی خالق نہیں ہے۔ یہ ہر چیز اتفاقاً وقت کی رانڈش سے بن گئی اور بنتی بگڑتی رہتی ہے یعنی وہی جو آج کل کے دہریوں کا عقیدہ ہے۔ وہ فرمانے لگے میں اسے سو کے قریب دلیلیں دے چکا ہوں لیکن وہ میری ہر دلیل کو رد کر دیتا ہے۔ میں بڑا پریشان ہوں اور میرا آخری وقت ہے۔ خطرہ ہے میرا ایمان نہ بچے گا۔ تو آپؒ نے فرمایا کہ تم اس سے کہو کہ مجھے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے کہ اللہ ایک ہے۔ اس پر شیطان بھاگ گیا۔ اس کا توڑ اس کے پاس کوئی نہیں ہے۔ عقلی دلیلوں میں تو وہ جیت رہا تھا کیونکہ آپ جتنی بات بڑھائے جائیں اور دلیلیں عقل سے گھڑتے جائیں تو اگلے میں بھی عقل ہوتی ہے وہ بھی دلیلیں دیتا رہتا ہے۔ آپ روزانہ ٹی وی پر سیاستدانوں کے مناظرے سنتے ہیں۔ جب ایک بات کرتا ہے تو سمجھ آتی ہے کہ اس نے اگلے کو چت کر دیا ہے۔ جب اگلا بات کرتا ہے تو سمجھ آتی ہے کہ اس نے

اس کو چت کر دیا ہے۔ سارے چت ہو کر اٹھ جاتے ہیں اور کوئی نتیجہ نہیں نکلتا اس لئے کہ بات باتوں سے نہیں بنتی۔ دین کی اصل دلیل یہ ہے کہ یہ بات محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمائی بات ختم ہوگئی۔ اللہ کے رسول ﷺ پر تو کسی کی دلیل نہیں چلتی۔ تو فرماتے ہیں اس سے جو شخص بچنا چاہے وہ سلف صالحین کا اتباع کرے۔ متقدمین، بزرگانِ دین، سلف صالحین نے جو بات فرمائی یہ بات تو پھر حضور ﷺ تک پہنچتی ہے یا آپ ﷺ سے جو صحابہؓ نے سیکھا، صحابہؓ سے جو تابعین نے سیکھا تابعینؒ سے جو تبع تابعینؒ نے سیکھا ان سے جو اکابرین امت نے سیکھا اس مسلک کو اپنانا چاہیے۔

بدون سمجھے اعتراض کی مذمت

قولہ تعالیٰ: بَلْ كَذَّبُوا بِمَا لَمْ يُحِيطُوا بِعِلْمِهِ وَلَمَّا يَأْتِهِمْ تَأْوِيلُهُ ۚ یونس:39

ترجمہ: بلکہ ایسی چیز کی تکذیب کرنے لگے جس کو اپنے احاطہ علمی میں نہیں لائے اور ہنوز ان کو اس کا اخیر نتیجہ نہیں ملا۔

''روح میں ہے یہ ان کی مذمت ہے اس پر کہ وہ قبل تامل و تدبرو اطلاع علی الحقیقۃ کے تکذیب حق میں مسارعت کرتے ہیں اور یہی عادت ہے منکرین اہل حجاب کی بزرگوں کے کلام کے ساتھ کہ ان میں نہ غور کرتے ہیں نہ ان اصطلاحات کو جانتے ہیں جن پر وہ کلام مبنی ہے اور اعتراض کر بیٹھتے ہیں ان کو تو ایسی حالت میں تحقیق اور تدبر کی ضرورت تھی آہ۔''

فرماتے ہیں یہ اعتراض اکثر انبیاء پر بھی ایسا ہی ہوتا تھا اور اولیاء اللہ کے ساتھ اور صاحب تصوف و سلوک بزرگوں کے ساتھ یہی حال ہوتا ہے۔ جو لوگ سلوک و تصوف کو جانتے ہی نہیں وہ اس پر اعتراض کرتے ہیں۔ یعنی بڑی مزے کی بات یہ ہے کہ بعض اوقات بڑے بڑے علمی نام ہوتے ہیں، عالم ہوتے ہیں لیکن انہوں نے علم کے سارے شعبے پڑھے ہوں گے یہ فن نہ سیکھا ہوتا ہے نہ سمجھا ہوتا ہے نہ صوفیاء کی کتابوں کا مطالعہ کیا ہوتا ہے تو وہ ایسے بے تکے اعتراض کرتے ہیں۔ بات کی ایک تاویل و تعبیر ہوتی ہے وہ ان کی سمجھ میں نہیں آتی تو اعتراض کرنے بیٹھ جاتے ہیں۔ یہی حال عام آدمی کا بھی ہوتا ہے کہ کسی کو اللہ کا ذکر بتاؤ تو کہے گا اس کی دلیل کیا ہے؟ اور اسی کو دیکھو اس کی بیوی یا بیٹی بازار میں پھر رہی ہے نامحرموں سے سودا سلف خرید رہی ہے وہ گھر پر بیٹھا ہے ساتھ تک نہیں گیا۔ اب اس کی شرعی دلیل کیا ہے کوئی اس سے پوچھے ادھر دلیل مانگنے نہیں جاتے۔ جوان بیویاں، بچیاں، بہنیں سینما گھروں میں دھکے کھاتی پھرتی ہیں فلمیں دیکھتی پھرتی ہیں کوئی اعتراض نہیں کوئی اس کی شرعی دلیل نہیں مانگتا کہ اس کی دلیل کیا ہے۔ اللہ کا نام لینے آؤ تو کہیں گے اس کی دلیل کیا ہے؟ حالانکہ نہ وہ دلیل سمجھتے ہیں نہ اس شعبے کو جانتے ہیں نہ پڑھنے کی تکلیف گوارا کی ہے۔ اب گذشتہ اجتماع میں ہمارے پاس ایک فورم سے سوال آئے یہ علماء کا انٹرنیشنل فورم ہے اس کا مرکز کینیڈا میں ہے۔ بڑے بڑے علماء کے نام ہیں۔ تو ان تک ہماری باتیں اور سلوک پر تصانیف پہنچیں تو انہوں نے بہت سے سوال کئے۔ میرا خیال ہے ہمارا پچھلا اجتماع انہی سوالوں کے جواب دیتے گزر گیا۔ تو الحمدللہ ہم نے تمام سوالوں کے جواب دیئے۔ لیکن ان میں سے اکثریت کا یہ حال تھا کہ جو کتابیں صوفیاء نے اہل علم نے اور صاحب حال بزرگوں نے اس موضوع پر تصنیف کی ہیں وہ انہوں نے دیکھنے کی تکلیف نہیں کی۔ حالانکہ صاحب علم لوگ تھے۔ پڑھنا چاہتے تو پڑھتے کچھ بات تو سمجھ میں آتی لیکن انہوں نے ان کا مطالعہ ہی نہیں کیا ہوا تھا۔ تو عوام کے اعتراضات بھی اسی طرح بودے ہوتے ہیں کہ وہ بات کو سمجھ ہی نہیں پاتے اور اعتراض کرنے لگ جاتے ہیں تو جو بات سمجھ میں نہ آئے اس کا حل یہ نہیں کہ اس پر اعتراض کیا جائے۔ فرمایا اس کا حل یہ ہے کہ اسے سمجھنے کی کوشش کی جائے۔ کسی جاننے والے سے پوچھا جائے۔ اس کے دلائل تلاش کئے جائیں، کتابوں سے دیکھے جائیں، مطالعہ کیا جائے۔ بجائے اعتراض کرنے کے بات کو سمجھنے کی کوشش کی جائے۔

مناظرہ میں اہل طریق کا طرز

قولہ تعالیٰ: وَإِن كَذَّبُوكَ فَقُل لِّي عَمَلِي وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ ۖ أَنتُم بَرِيئُونَ مِمَّا أَعْمَلُ وَأَنَا بَرِيءٌ مِّمَّا تَعْمَلُونَ یونس:41

ترجمہ: اور اگر آپ کو جھٹلاتے رہیں تو یہ کہہ دیجئے کہ میرا کیا ہوا مجھ کو ملے گا اور تمہارا کیا ہوا تم کو ملے گا۔ تم میرے کئے ہوئے کے جوابدہ نہیں

ہو اور میں تمہارے کئے ہوئے کا جوابدہ نہیں ہوں۔

"اور یہی عادت ہے اہل طریق کی مناظرہ میں جس وقت وہ خصم کی جانب سے ضد اور ہٹ دیکھتے ہیں بخلاف الفاظ پرستوں کے کہ وہ مناظرہ کے موقع پر کبھی ایسی بات نہ کہیں (بلکہ اس کہنے کو ہارنا سمجھیں۔")

فرماتے ہیں اہل اللہ سے اگر جھگڑا کیا جائے، مناظرہ کیا جائے تو وہ اس آیت پر عمل کرتے ہیں جیسا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے حکم دیا کہ جو لوگ سرے سے آپ کی بات ماننا ہی نہیں چاہتے اور اس کے لئے طرح طرح کے اعتراض گھڑتے ہیں انہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیجئے کہ میرا عمل میرے لئے ہے۔ میں اس کا جوابدہ ہوں اور جو تم کر رہے ہو تمہیں اس کا جواب دینا پڑے گا۔ لہٰذا جھگڑے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم اپنے عمل پر رہو ایک دن سامنے آجائے گا۔ تو فرماتے ہیں اہل اللہ کی عادت بھی یہی ہے کہ اگر کوئی سمجھنا چاہے تو وہ جس حد تک بھی سوال کرے وہ اسے سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں لیکن اگر کوئی مناظرہ کرنا چاہے اور محض اعتراض پہ اعتراض کرتا رہے اور بات یہی بن جائے کہ اب دیکھیں جیتا کون ہے ہارتا کون ہے تو فرمایا اہل اللہ اس سے احتراز کرتے ہیں۔ انہیں اس جیت ہار سے غرض نہیں ہوتی کوئی نہ سمجھنا چاہے تو اسے اللہ کے حوالے کرتے ہیں۔

اقالیم کفار میں قرون اولیٰ والوں سے کف لسان

قولہ تعالیٰ: وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ یونس:47

ترجمہ: اور ہر ہر امت کے لئے ایک حکم پہنچانے والا ہے۔

"محققین نے اس سے اخذ کیا ہے کہ قرون اولی میں جو لوگ غیر معلوم الحال ایسے اقالیم میں گزرے ہیں جن میں رسولوں کا مبعوث ہونا معلوم نہیں ہوا احتیاط اسی میں ہے کہ ان سے کف لسان کیا جاوے احتمال ہے کہ وہ رسول ہوں کیونکہ ظاہر تو یہی ہے کہ وہاں کی امت بھی رسول سے خالی نہیں رہی (بعض اکابر اہل طریق نے اس احتیاط اور احتمال کی تصریح فرمائی ہے)"۔

فرمایا اللہ کا ارشاد ہے وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ ہر امت کے لئے ہم نے رسول بھیجا ہے۔ اب ہمارے مطالعہ میں تاریخی اعتبار سے ایسے حالات آجاتے ہیں جہاں کہیں کسی نبی کا نشان نہیں ملتا اور لوگ بغیر کسی مذہب کے ملتے ہیں۔ تو فرماتے ہیں ان کے معاملے میں اپنی زبان کو بند رکھنا چاہیے وہ جانیں اور ان کا رب جانے کیونکہ جب ان کے حالات ہمارے پاس نہیں تو اللہ نے فرمایا ہے ہر امت میں رسول بھیجا گیا تو ہوسکتا ہے ان میں بھی کوئی رسول ہو اور اس کے حالات ہم تک نہ پہنچے ہوں۔ ہوسکتا ہے لوگوں نے اُن کی بات مانی ہو، ہوسکتا ہے نہ مانی ہو۔ کیا ہوا کیا نہیں ہوا جن لوگوں کے بارے اس طرح تفصیلی علم نہ ہو اور ان پر کوئی فتویٰ نہ لگایا جائے۔ انہیں بھلا برا نہ کہا جائے بلکہ زبان کو بند رکھا جائے وہ معاملہ اللہ جانے اور اس کے بندے جانیں۔

بقیہ صفحہ نمبر 24

بندہ تو مر گیا اب دوسرے کو خواہ مخواہ قتل کر دیں یہ کیا تماشہ ہے ایک تو قتل ہو گیا اب دوسرا بھی قتل کر دیں اس کا کیا فائدہ؟ جب آپ عمر قید دے دیتے ہیں تو قتل ہی ہو گیا اب گھر والوں کے سامنے اس کا ایک وجود تو ہے ملتے تو ہیں بچوں کو آسرا تو ہے۔ اب یہ ہمارے دانشوروں کی سوچ ہے۔ اب اللہ کا حکم یہ ہے کہ قتل کے بدلے قتل ہوتا ہے۔ آپ نے دیکھا نہیں پچھلے پانچ، چھ سال سے سزائے موت کے سارے قیدی منتظر ہیں۔ حکومت قانون کو ختم کر نہیں سکتی۔ کم از کم اتنی طاقت تو پاکستان کے مسلمانوں میں ہے کہ اس قانون کو شریعت کے خلاف نہیں بننے دے رہے اور حکومت بے بس ہے۔ یہ دانشور جتنے گمراہ ہیں اتنے ہی یہ اپنے آپ کو روشن خیال کہتے ہیں ان کے خیالوں میں آگ لگی ہوئی ہے اس لیے روشن ہیں تو یہ جو روشن خیال ہیں انہوں نے اس پر عمل در آمد تو روکا ہوا ہے؟ اور جو نئے آئے ہیں انہوں نے بھی اسے ہاتھ نہیں لگایا۔ لیکن یہ بھی زیادہ سمجھدار لوگ ہیں۔ فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا ان کا کردار بالآخر اُن کے گلے پڑ ہی گیا۔ دینی احکام کا مذاق اڑایا کرتے تھے۔ حَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ (34) جن کا مذاق اڑایا کرتے تھے۔ وہ مذاق اب ان کے گلے کی مصیبت بن گیا۔ اب بارگاہ الٰہی میں اور قبر میں جواب دینا محال ہو رہا ہے۔

شیخ المکرم حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

2 اگست 2013

اکرم التفاسیر

پارہ 14 سورۃ النحل آیات نمبر 26 تا 34 رکوع نمبر 10

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ O وَالصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ
وَّآلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ O اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ O
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ O

قَدْ مَکَرَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِہِمْ فَاَتَی اللّٰہُ بُنْیَانَہُمْ مِّنَ الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ
بے شک ان سے پہلے لوگوں نے بھی (ایسی ہی) مکاریاں کی تھیں سو اللہ نے ان کا گھر بنیادوں سے ڈھا دیا پھر اوپر سے
عَلَیْہِمُ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِہِمْ وَ اَتٰہُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَیْثُ لَا یَشْعُرُوْنَ (26)
ان پر چھت گر پڑی اور ان پر عذاب ایسی طرح آیا کہ ان کو خیال بھی نہ تھا۔ پھر وہ (اللہ) ان کو قیامت کے دن بھی ذلیل فرمائے گا
ثُمَّ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ یُخْزِیْہِمْ وَ یَقُوْلُ اَیْنَ شُرَکَآءِیَ الَّذِیْنَ کُنْتُمْ
اور فرمائے گا میرے وہ شریک کہاں ہیں جن کے بارے تم جھگڑا کیا کرتے تھے؟ جن لوگوں کو علم دیا گیا ہے وہ کہیں گے کہ بے شک
تُشَآقُّوْنَ فِیْہِمْ قَالَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اِنَّ الْخِزْیَ الْیَوْمَ وَ السُّوْٓءَ
آج پوری رسوائی کا عذاب کافروں پر ہے۔ (ان کا عالم یہ ہے) جب فرشتے ان لوگوں کی روحیں قبض کرنے لگتے ہیں تو یا اپنے ہی
عَلَی الْکٰفِرِیْنَ (27) الَّذِیْنَ تَتَوَفّٰہُمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ ظَالِمِیْٓ اَنْفُسِہِمْ فَاَلْقَوُا
حق میں ظلم کرنے والے (ہوتے ہیں) پھر ایک دم مطیع فرمانبردار ہو جاتے ہیں (اور کہتے ہیں) ہم تو کوئی برا کام نہیں کرتے تھے
السَّلَمَ مَا کُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْٓءٍ بَلٰٓی اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌۢ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (28)
ہاں جو کچھ تم کیا کرتے تھے بے شک اللہ اسے خوب جانتے ہیں۔ سو جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ اس میں ہمیشہ رہو گے۔
فَادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَہَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْہَا فَلَبِئْسَ مَثْوَی الْمُتَکَبِّرِیْنَ (29)
پس تکبر کرنے والوں کا برا ٹھکانہ ہے۔ اور جب پرہیزگاروں سے پوچھا جاتا ہے کہ تمہارے پروردگار نے کیا نازل فرمایا ہے
وَ قِیْلَ لِلَّذِیْنَ اتَّقَوْا مَاذَآ اَنْزَلَ رَبُّکُمْ قَالُوْا خَیْرًا لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا فِیْ
کہتے ہیں بہت اچھا (کلام) جو لوگ نیک کام کرتے ہیں ان کے لیے اس دنیا میں بھی بھلائی ہے اور آخرت کا گھر تو (اور زیادہ)
ہٰذِہِ الدُّنْیَا حَسَنَۃٌ وَ لَدَارُ الْاٰخِرَۃِ خَیْرٌ وَ لَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِیْنَ (30)
بہتر ہے اور واقعی پرہیزگاروں کا کیا ہی اچھا گھر ہے۔ اور آخرت کا گھر تو (اور زیادہ) بہتر ہے اور واقعی پرہیزگاروں کا کیا اچھا گھر ہے۔
جَنّٰتُ عَدْنٍ یَّدْخُلُوْنَہَا تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِہَا الْاَنْہٰرُ لَہُمْ فِیْہَا مَا یَشَآءُ
ہمیشہ رہنے والے باغ جن میں وہ داخل ہوں گے ان کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں وہاں جو چاہیں گے ان کے لیے میسر ہوگا۔
وْنَ کَذٰلِکَ یَجْزِی اللّٰہُ الْمُتَّقِیْنَ (31) الَّذِیْنَ تَتَوَفّٰہُمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ
اللہ پرہیزگاروں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں۔ جب فرشتے ان لوگوں کی روحیں قبض کرتے ہیں تو وہ (کفر و شرک)
طَیِّبِیْنَ یَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَیْکُمُ ادْخُلُوا الْجَنَّۃَ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (32)
پاک ہوتے ہیں وہ (فرشتے) کہتے ہیں تم پر سلامتی ہے جو اعمال تم کرتے تھے ان کے بدلے جنت میں داخل ہو جاؤ۔
ہَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِیَہُمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ اَوْ یَاْتِیَ اَمْرُ رَبِّکَ کَذٰلِکَ فَعَلَ
کیا یہ (کافر) اس بات کا انتظار کر رہے ہیں کہ فرشتے (جان لینے کو) ان کے پاس آئیں یا آپ کے پروردگار کا حکم (عذاب) آ پہنچے اسی
الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِہِمْ وَ مَا ظَلَمَہُمُ اللّٰہُ وَ لٰکِنْ کَانُوْٓا اَنْفُسَہُمْ یَظْلِمُوْنَ (33)
طرح ان لوگوں نے کیا تھا جو ان سے پہلے تھے اور اللہ نے ان پر زیادتی نہیں کی و لیکن وہ خود اپنے آپ پر ظلم کرتے تھے۔
فَاَصَابَہُمْ سَیِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَ حَاقَ بِہِمْ مَّا کَانُوْا بِہٖ یَسْتَہْزِءُوْنَ (34)
پس ان کو ان کے اعمال کے برے بدلے ملے اور جس چیز (عذاب) کا مذاق اڑایا کرتے تھے اس نے ان کو ہر طرف سے گھیر لیا۔

اَللّٰہُمَّ سُبْحٰنَکَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّہِمْ

پچھلے رکوع سے کفار کی اور ناشکرے لوگوں کی بات چل رہی تھی۔ تو فرمایا! یہ لوگ دنیوی اسباب سے اپنی حفاظت اور تحفظ کا اہتمام کرتے ہیں۔ یہ سمجھتے ہیں کہ بڑے بڑے عہدے، دولت کے ڈھیر، بڑے بڑے محل نما مکان، بڑی بڑی مضبوط دیواریں یہ سب کچھ ہماری حفاظت کے لیے کافی ہے اور یہ نہیں دیکھتے قَدْ مَکَرَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِہِمْ فَاَتَی اللّٰہُ بُنْیَانَہُمْ ان سے پہلے کتنی مخلوق گزر چکی ہے۔ اور اُن کفار نے بھی اور اُن مشرکین نے بھی اپنے تحفظ کے لیے بڑے بڑے عالیشان محل بنائے اور دنیا کے بڑے اسباب جمع کیے۔ بڑی دولت جمع کی۔ کیا وہ اُن کے کام آئے اور انہیں عذاب الٰہی سے بچا

سکے؟ ہوا یہ کہ اللہ نے اُن کی جڑ ہی اکھیڑ دی۔ وہ مکان بنیادوں سے گر گئے۔ فَاَتَى اللّٰهُ بُنْيَانَهُمْ مِّنَ الْقَوَاعِدِ ان کی بنیادوں تک اللہ کریم نے ان کو اکھیڑ کر پھینک دیا فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ اور اُن پر اُن کی چھتیں ہی گر کر تباہی کا سبب بن گئیں۔ دنیا کے وہ اسباب جو وہ اپنے تحفظ کے لیے بناتے رہے وہ اُن کی تباہی اور بربادی کا سبب بن گئے۔ اور یہ سارے عذاب ان پر ایسے آئے اَتٰهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ (26) جہاں سے انہیں گمان بھی نہیں تھا۔ اُس طرف سے عذاب آگئے۔ جو کبھی انہوں نے سوچا بھی نہیں تھا وہاں سے گرفت آگئی۔ ہوا زندگی کا سبب ہے۔ اُن پر ایسی چلی کہ اُنہیں تباہ کر کے رکھ دیا اور موت کا سبب بن گئی۔ پانی زندگی کا بنیادی عنصر ہے۔ لیکن اُن پر ایسا برسا کہ اُنہیں تباہ و برباد کر کے غرق کر کے رکھ دیا۔ بادلوں سے پانی برسا کرتا ہے۔ بدکاروں پر بادلوں سے بھی آگ برسی یعنی بندہ سوچ نہیں سکتا کہ ایسا ہوگا۔ اس طرح سے اُن پر اللہ کی گرفت آئی جہاں سے وہ گمان بھی نہیں کر سکتے تھے۔ اب کون سوچ سکتا ہے کہ بادل آیا اس سے آگ برسے گی، یا اتنا پانی برسے گا کہ دنیا ڈوب جائے گی۔ یا اتنی تیز ہوا چلے گی کہ مکانوں تک کو اکھیڑ کر چلی جائے گی۔ انسانوں اور جانوروں کو اٹھا کر لے جائے گی کہیں دور جا پٹخے گی۔ تو اس طرح سے انہیں اللہ کے عذاب نے پکڑا جس کا انہیں گمان بھی نہیں تھا اور اصل ذلت تو قیامت کے دن ہوگی۔ یہ تو اُخروی ذلت کا تھوڑا سا حصہ ہے کہ دنیا تباہ ہوگئی۔ موت آگئی، غرق ہوگئے، جل گئے ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُخْزِيْهِمْ ذلت کا سامنا تو انہیں میدانِ حشر میں ہوگا۔ قیامت کے دن ہوگا جب ان سے کہا جائے گا وَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تُشَآقُّوْنَ فِيْهِمْ اب وہ تمہارے معبودِ باطلہ کہاں ہیں جن کی حمایت میں تم اللہ کے رسولوںؑ سے بھی جھگڑا کرتے تھے۔ جن پر اصرار کر کے تم جمے ہوئے تھے۔

معبودِ باطل کون ہے؟ صرف بت نہیں ہیں یا مفروضہ نام معبودِ باطل نہیں ہیں۔ ہر وہ شے جس پر آپ اللہ کے سوا بھروسہ کر لیں کہ یہ چیز میرے کام آئے گی۔ اللہ کی اطاعت نہ کریں، اللہ پر بھروسہ نہ کریں، اللہ کے نبی ﷺ کا اتباع نہ کریں اور سمجھیں کہ یہ چیز، یہ دولت مجھے بچا لے گی یا یہ بڑے بڑے محلات مجھے بچا لیں گے یہ میرا بڑا عہدہ ہے مجھے بچا لے گا۔ تو یہ ساری چیزیں، اللہ کو چھوڑ کر جن پر بھروسہ کیا جائے یہ معبودِ باطل بن جاتی ہیں۔ حتیٰ کہ اگر اپنی ذاتی خواہشات کی بھی اندھا دھند پیروی کی جائے یا پروا نہ کی جائے کہ اللہ کے حکم کے مطابق ہے یا خلاف ہے۔ نبی ﷺ کی شریعت کے مطابق ہے یا خلاف ہے ہر حال میں اُس کے پیچھے چلا جائے تو یہ اپنی خواہش نفس ہی معبود بن جاتی ہے ارشاد باری ہے اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ (الجاثیہ:23) آپ ﷺ نے ان لوگوں کو دیکھا ہے جنہوں نے اپنی خواہش نفس کو ہی معبود بنا لیا ہے اسی کی اطاعت کے مکمل اسیر ہوگئے۔ تو ہر وہ چیز جو اللہ کو چھوڑ کر اپنائی جائے یا جسے زندگی، کا یا اپنی ضرورتوں کا یا اپنی خواہشات کی تکمیل کا سبب سمجھا جائے۔ وہ معبود بن جاتی ہے۔ معبود باطل بن جاتی ہے۔ معبود وہی ہستی ہے جس پر زندگی موت، مابعد الموت کے تمام امور کا انحصار رکھا جائے اور جس پر زندگی کے بھی ہر کام کا انحصار ہو۔ جس ہستی پر موت کے وقوع کا بھی انحصار ہو۔ مابعد الموت، برزخ کا بھی میدانِ حشر کا بھی، قیامت کے بعد کی زندگی کا بھی جس ہستی پر انحصار ہو تو کوئی شخص یہ سوچ بھی سکتا ہے کہ اس کی نافرمانی کی جائے۔ کسی سے کوئی بھی نفع ملنے کی امید ہو دنیا کا تھوڑا سا بھی فائدہ وابستہ ہو، بندہ اُس سے بگاڑتا نہیں ہے اور جس سے دو عالم نصیب ہونا ہے، جو ملنا ہے اسی ایک ہی ہستی سے ملنا ہو تو اس سے بگاڑنے کو دل کرتا ہے؟۔ بتقاضائے بشریت غلطی ہو جانا ممکن ہے کہ صرف انبیاءؑ ہی معصوم ہوتے ہیں۔ انبیاءؑ میں غلطی کا، گناہ کا مادہ ہی نہیں ہوتا۔ انبیاءؑ کے بعد صحابہؓ، اولیاءؒ، صلحاء ہیں یہ محفوظ ہوتے ہیں۔ انہیں حفاظت الٰہیہ حاصل ہوتی ہے۔ اللہ کریم انہیں گناہ سے بچا لیتے ہیں۔ ماوشما اپنے نفس کے اور اپنے حالات کے اور اپنی خواہشات کے رحم کرم پر ہیں۔ اب ہمیں دوسری طرف کوئی اتنا مضبوط سہارا چاہیے، ایسا اعتماد ہو اُس سہارے پر کہ ہم یہ چھوٹے چھوٹے معبودان باطلہ کی طرف نہ جائیں۔ بغیر کسی سہارے کے بغیر کسی چیز کے تو بندہ نہیں رُک سکتا ڈوبنے والا تو تنکوں کو بھی ہاتھ مارتا ہے۔ تنکا اُسے کیا ڈوبنے سے بچائے گا لیکن وہ تو غرق ہو رہا ہے وہ تو پریشانی میں تنکوں کو بھی پکڑتا ہے کہ یہ مجھے بچا لیں گے۔ یہی حال انسانی زندگی کا ہے اس کے پاس صرف ایک راستہ ہے کہ اس کا تعلق اللہ کے نبی ﷺ کے ساتھ اطاعت کا اور ایمان کا مضبوط ہو اور اتنا مضبوط ہو کہ اسے یقین ہو کہ میرا اللہ میرا ہے۔ میری سنتا ہے۔ مجھے دیکھ رہا ہے، میرے حال سے واقف ہے

اور ہر حال میں میری مدد کر سکتا ہے تو پھر یہ اُس پر بھروسہ کرے تب گناہ سے بچ سکتا ہے اور اگر اللہ کو جانتا ہی رسماً ہو، ماں باپ سے سن لیا بس ٹھیک ہے اللہ بھی ہے۔ حلال حرام کی پروا بھی نہ رہے، جائز ناجائز کی پروا بھی نہ کرے، عبادات کی بھی اُس کے پاس فرصت نہ ہو تو یہ سارے اسباب اُسے اللہ سے دور کرتے ہیں۔ پھر وہ دنیوی اسباب پر، اپنے جیسے انسانوں پر بھروسہ کرنے لگتا ہے۔ اور بڑی عجیب بات ہے، دنیا کا نظام بڑا عجیب ہے۔ غریب سمجھتا ہے کہ میں فلاں امیر سے بنا کے رکھوں گا تو وہ میرے بڑے کام آئے گا۔ لیکن اصل محتاج امیر ہوتا ہے۔ امارت ایسی عجیب شے ہے یہ بندے کو بالکل محتاج بنا کر رکھ دیتی ہے۔ غریب تو یہاں نہ سہی باہر سے جا کر بھی پانی پی آئے گا۔ امیر کے تو بستر پر بیٹھے ہوئے ساتھ کولر پڑا ہو تو وہ بھی کوئی ڈال کے دے تو پیتا ہے۔ غریب سمجھتا ہے میں امیر کے در پر جا رہا ہوں یہ میرے بڑے کام آئے گا وہ بڑے دور سے دیکھتا ہے کہ یہ آرہا ہے کوئی مشقت تو اس سے لے لوں گا۔ کوئی کام تو میرا کر جائے گا۔ یہ امارت تو بندے کو معذور بنا دیتی ہے۔ غریب تو اپنا کام اپنے ہاتھ سے کر لیتا ہے۔ امیر تو معذور ہو جاتا ہے امیروں پہ تکیہ کرنے والے سوائے ذلالت اور رسوائی کے کچھ نہیں پاتے یہ بھروسہ اللہ پہ کرو۔ ہر شخص کا اپنا ایک مقام ہے۔ کوئی امیر ہے یا غریب ہے، والدین ہیں یا اولاد ہے، دوست ہیں یا احباب ہیں حتیٰ کہ دشمن کا بھی ایک مقام ہے، دشمنی کی بھی حدود و قیود ہیں۔ ایک حد تک آپ جا سکتے ہیں اس حد سے آگے نہیں جا سکتے۔ اس کی جان مال بھی آپ پر حلال نہیں ہے اس کے بھی اپنے حقوق ہیں۔ تو ہر فرد کا جو حق ہے جو اللہ نے مقرر کیا ہے وہ پہچان کر اُس سے تعلق رکھا جائے تو اللہ کریم مہربانی فرماتے ہیں بندہ محفوظ رہتا ہے۔ اپنی رائے پہ آجائے اور اپنی مرضی سے کرے تو ہمیشہ غلط کرتا ہے۔ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ (ابراہیم:34) ہمیشہ اپنی رائے سے جب کرتا ہے تو ہمیشہ غلط کرتا ہے دھوکہ کھاتا ہے۔ جلد بازی کرتا ہے اور دھوکا کھاتا ہے چونکہ حقائق کو نہیں جانتا ہم جو کچھ دیکھتے ہیں ضروری نہیں وہ حقیقت ہو۔ ہم ایک چیز کو بہت اچھا سمجھتے ہیں ایک خوبصورت سانپ کتنا خوبصورت لگتا ہے آپ پکڑنے کے لیے ہاتھ ڈالیں گے تو کاٹ کھائے گا۔ حقائق جو ہیں وہ اللہ کریم جانتے ہیں، تعلقات کو جس طرح اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے اُس طرح رکھا جائے تو مسئلہ نہیں ہوتا۔ تو فرمایا! یہ دنیا کا نقصان تو ہوا، زندگی گئی، مکان گر گئے، قلعے گر گئے، حکومتیں چلی گئیں، رسوا ہو گئے، اصل رسوائی تو قیامت کے دن ہو گی۔ پھر انہیں حکم دیا جائے گا کہ زندگی بھر جن کے در پہ سجدہ ریز رہے، ساری زندگی جن پہ توقع رکھی، ساری زندگی جن کے لیے اللہ کے بندوں سے انبیاءؑ اور رسلؑ سے جھگڑا کرتے رہے کہ نہیں یہ ہی ہمارے کام آئیں گے۔ کہاں ہیں وہ؟ ذرا انہیں بلاؤ تو سہی۔ قَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اِنَّ الْخِزْيَ الْيَوْمَ وَ السُّوْٓءَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ (27) اور فرمایا! یہ سارے اہل علم جانتے ہیں قَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ جن کو علم عطا فرمایا گیا۔

ہمارے ہاں اس علم پر بھی بڑی بحثیں ہیں۔ علم کسے کہتے ہیں؟ علم کیا ہے؟ علم کوئی لکھنے پڑھنے کا ہی نام نہیں ہے۔ علم جاننے کا نام ہے۔ کوئی سن کر جان لے، کوئی دیکھ کر جان لے۔ کوئی پڑھ کر جان لے، کوئی کسی سے تجربہ کر کے سیکھ لے۔ یہ سارا علم ہے لیکن حقیقی علم کیا ہے؟ جسے قرآن اَلْعِلْمَ فرما رہا ہے۔ اَلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ یہاں اَلْعِلْمَ استعمال ہوا ہے۔ اَل معرفہ ہوتا ہے یعنی وہ جہاں آئے وہ چیز کامل ہوتی ہے تو سارے کا سارا علم کیا ہے؟ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے العلم علمان، علم الادیان وعلم الابدان او کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی سارے علم کے دو حصے ہیں۔ دو شعبے ہیں علم الادیان و علم الابدان۔ عقائد، ایمانیات، نظریات کا علم۔ اسے انگریزی میں Normative science کہتے ہیں ایمانیات کا اعمال کا یعنی وہ کیسے کرنے ہیں۔ آپ آسانی کے لیے کہہ سکتے ہیں دین کا علم۔ ایک حصہ یہ ہے۔ دوسرا حصہ علم الابدان وجودوں کا علم، مادی علم جسے Physical Seience کہتے ہیں تو العلم تب بنتا ہے کہ آپ کے پاس یہ علوم ظاہری بھی ہوں جو آپ کے سکول اور مدرسے او رکالج او ریونیورسٹیاں پڑھاتے ہیں اور آپ کے پاس وہ دینی معلومات بھی ہوں جو آپ کے دینی ادارے اور بڑے بڑے دینی مدرسے دیتے ہیں یعنی تعلیمات قرآن اور احادیث وسنت اور فقہ کے ضروری مسائل ہوں تو یہ العلم بنتا ہے۔ دونوں شعبوں کو جاننے والا عالم کہلاتا ہے۔

ہمارا یہاں مسئلہ یہ بن گیا، نہیں، بنا دیا گیا۔ مسلمان حکومت برصغیر پر سات، آٹھ سو سال رہی ہے۔ اس کے بعد یہاں انگریز قابض ہوئے۔

انگریزوں نے مسلمانوں کے عہدِ حکومت میں جو علم کے ذرائع تھے جنہیں جامعات (یونیورسٹیاں) کہا جاتا ہے۔ یونیورسٹی جامعہ کا ترجمہ ہے جہاں دنیا بھر کے سارے علوم سکھائے جاتے ہیں عربی میں اُسے جامعہ کہتے ہیں۔ تو سارے علوم ان جامعات میں سکھائے جاتے تھے وہیں سے طبیب آتے تھے انجینئر انہیں جامعات سے آتے تھے، خطیب اور امام انہیں جامعات سے آتے تھے۔ فقیہہ اور محدث انہیں جامعات سے آتے تھے۔ مفسر وہیں بنتے تھے۔ وہ جامعات تھیں اور دین و دنیا کے علوم کا مجموعہ تھیں۔ وہاں سے العلم نصیب ہوتا تھا۔ انگریز نے اس طریق علم کو توڑنے کے لیے اُس طریقہ علم کو ختم کر دیا اور ان مدارس کے پڑھے ہوئے پر نوکری کے دروازے بند کر دیے گئے انگریز نے اپنا تعلیمی نصاب بنایا۔ جس کی بنیاد اور خدوخال یہ تھے کہ اس طرح کی تعلیم دی جائے کہ اپنے آباؤ اجداد کو، اپنی روایات کو، اپنے مذہب کو تو کمزور اور غلط اور باعثِ شرم سمجھیں۔ ہماری تہذیب کو، ہمارے حلیے کو، ہماری روایات کو اپنائیں اور اسے باعث فخر سمجھیں کم وبیش سو سال یہ نظام انگریزی حکومت میں چلتا رہا۔ ڈیڑھ سو سال انگریز برصغیر پر قابض رہا۔ پہلا پچاس سالہ دور مجاہدین نے مصیبت ڈالی رکھی۔ لڑتے رہے۔ ایک سو سال میں انگریز نے جم کر سارے مسئلے ختم کر کے برصغیر پر حکومت کی اور اس میں سارے نظام اور قوانین بنائے۔ اپنا عدالتی نظام، سیاسی نظام اور تعلیمی نظام بنایا۔ ہم ابھی تک اُسی کے پیچھے چل رہے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج اپنے ٹی وی پر آپ دیکھتے ہیں کہ مسلمان حکمرانوں کا مذاق اڑایا جاتا ہے۔ اور انگریز حکمرانوں پر فخر کیا جاتا ہے۔ آج بھی ٹیلی ویژن پر کسی ڈوم کو شہنشاہ بنا دیتے ہیں، کسی مسلمان حکمران کا نام دے دیتے ہیں۔ ویسے کپڑے پہنا دیتے ہیں پھر اُس کا مذاق اڑاتے ہیں۔ یہ وہ پھل ہے جو اس انگریزی تعلیمی نظام پر لگا ہے اور ہمارے اندر کی بات ہے جو ہمارے دل میں ہے یہ ہمارے سامنے آ رہی ہے۔ کہ ہم انگریزی تہذیب، انگریزی معاشرت کو قابلِ فخر سمجھتے ہیں اور اپنی معاشرت اور اپنے متقدمین کا مذاق اڑاتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے پاس العلم نہیں ہے آدھا علم ایک طبقے کے پاس ہے۔ آدھا علم دوسرے طبقے کے پاس ہے۔ جو دینی علم کی طرف گئے، ہماری بدنصیبی یہ ہے کہ انہوں نے کالج یونیورسٹیوں کا رخ نہیں کیا۔ انہیں چاہیے تھا دینی علم بھی حاصل کرتے یوں پورے برصغیر میں علماء کا الگ طبقہ بن گیا اور جو کالج اور یونیورسٹی گئے انہوں نے کلمہ کی اصلاح بھی نہیں کرائی جو چھ، چھ بار ایم اے کیے بیٹھے ہیں، ڈاکٹریٹ کیے بیٹھے ہیں اور پی ایچ ڈی کیے بیٹھے ہیں انہیں دنیاوی دینی امور کی خبر نہیں۔ آپ نے دیکھا نہیں مرکز کے دو وزیروں سے قل شریف پڑھایا گیا اور دونوں نے غلط پڑھا۔ سورۃ اخلاص مختصر سورت ہے اور وہ ان پڑھ تو نہیں تھے، دنیوی علوم تو ان کے پاس ہیں اور دنیا میں گھومے پھرے ہوئے ہیں اور بات ہی منہ ٹیڑھا کر کے انگریزی میں ہی کرتے ہیں لیکن قرآن کا تو کوئی علم جبکہ قل شریف ہر ان پڑھ مسلمان نے بھی یاد کی ہوئی ہے اور نماز کی ہر رکعت میں پڑھتا ہے۔ جسے اور کچھ نہیں آتا وہ سورۃ فاتحہ اور قل شریف ہر رکعت میں پڑھتا ہے تو مرکز کے وزراء ہیں انہیں قل شریف نہیں آتی۔ تو اُن کے پاس العلم کہاں سے آئے۔ اُن کے پاس مادی علم (Physical Sciences) اور Normative Sciences کا علم علماء کے پاس ہے۔ اب دونوں لڑ رہے ہیں۔ مولوی کہتے ہیں یہ جتنے بابو لوگ ہیں ان کی گردن مار دینی چاہیے۔ بابو لوگ کہتے ہیں ان سارے مولویوں کا جہاز بھر کے سمندر میں ڈبو دینا چاہیے۔ وہ کہتے ہیں یہ ہماری تباہی کا سبب ہیں۔ وہ کہتے ہیں وہ ہماری تباہی کا سبب ہے۔ اس کی بنیاد یہ ہے کہ دونوں کے پاس العلم نہیں ہے، جتنے بھی اللہ کے بندے ایسے ہیں جنہیں اللہ نے دین کا علم بھی دیے ہے اور دنیوی علوم بھی اُن کو دیا ہے العلم اُن کے پاس ہے۔ ایسے کسی بندے سے آپ کوئی ایسی بات نہیں سنیں گے کہ فلاں کو ڈبو دو تو فلاں کو تیر ا دو۔ فلاں مسئلہ ہے اور فلاں کر رہا ہے نہیں وہ بات کرے گا تو سنجیدہ کرے گا ٹھیک کرے گا، فائدے کی کرے گا۔ یہ اتنی لمبی بات اس پر میں نے اس لیے کر دی کہ ہم اپنے بچوں کو ایک طرف کی تعلیم دلاتے ہیں جو ناکارہ ہو یا جس کا والد فوت ہو گیا ہو یا والدین کمزور ہوں وہ دینی مدرسے میں چلا جاتا ہے۔ یا اندھا، لولا، لنگڑا ہو یا کوئی جسمانی عیب یا کوئی مادی کمزوری ہو تو وہ دینی مدرسے میں بھیج دیا جاتا ہے۔ جس کے پاس پیسے ہوں وہ سرکاری سکول میں بھی نہیں، وہ بڑے مہنگے پرائیویٹ سکولوں اور کالجوں میں جاتا ہے۔

اچھی تعلیم حاصل کرنی چاہیے۔ اچھے سکولوں میں بچوں کو پڑھانا چاہیے۔ جتنا ممکن ہو کرنا چاہیے لیکن یہ یاد رکھیں۔ اسے العلم دیں۔ اگر آپ اُسے کسی اچھے سکول میں بھیجتے ہیں تو کسی عالم کی خدمات گھر پر حاصل کر لیجیے۔

اب جو بڑے بڑے کالجوں میں پڑھا سکتے ہیں۔ وہ ایک استاد کو رکھ لیں۔ اُسے بھی تنخواہ دیں۔ گھنٹہ، دو گھنٹے اُسے بھی وقت دیں کم از کم وہ نماز روزہ بھی سیکھ لیں۔ کوئی چند پاروں کا ترجمہ بھی سیکھ لیں، کچھ احادیثِ مبارکہ سیکھ لیں، کچھ فقہی احکام سیکھ لیں۔ تو بچوں کی تعلیم میں آپ دونوں طرح کا اہتمام کریں یہ ساری تفصیل میں نے اس لیے عرض کی ہے کہ ایک طرف پڑھائیں گے خواہ دین، خواہ دنیا۔ اُن کے پاس آدھا علم ہوگا۔ یہاں قرآن کریم فرما رہا ہے۔ قَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ جن کو اللہ نے علم عطا فرمایا وہ یقیناً یہ کہیں گے کہ یقیناً ذلت اور رسوائی ہے کافروں کے لیے آج کے دن، اور جو دنیا کے نفع و نقصان کو بھی سمجھتا ہو اور آخرت کے نتائج کو بھی جانتا ہو اس کی طرف بھی اُس کی نظر ہو۔ اُسے اَلْعِلْم نصیب ہوا۔ تو وہ تو جتنے صاحب علم ہیں وہ تو یقیناً کہیں گے کہ یہ کفر جو ہے اس کا جو نتیجہ ہے وہ سوائے رسوائی کے کچھ نہیں اَلَّذِيْنَ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ان کی تو موت بھی آتی ہے فرشتے روح قبض کرنے آتے ہیں تو انہیں جو سزا ملتی ہے۔ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَ اَدْبَارَهُمْ (سورۃ انفال:50) وہ اُن کے مونہوں پہ مارتے ہیں، پیٹھوں پہ مارتے ہیں۔ بڑی تکلیف دے کر روح قبض کرتے ہیں۔ وہ ظلم بھی اُن کے اپنے اعمال کا نتیجہ ہوتا ہے۔ فرشتوں کو ان سے دشمنی نہیں ہوتی۔ یعنی وہ سزائیں بھی انہوں نے خود بنا رکھی ہیں۔ فرشتے تو صرف ان پر عمل کرتے ہیں۔ ان کے کردار، ان کے عقیدے ان کے نظریات اور ان کے اعمال کا وہ نتیجہ ہے کہ فرشتے انہیں سزا دیتے ہیں اپنے آپ پر یہ ظلم خود توڑتے ہیں۔ فَاَلْقَوُا السَّلَمَ مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْٓءٍ پھر مزے کی بات یہ ہے کہ کہتے یہ ہیں کہ ہم نے کوئی برائی تو نہیں کی۔

اب یہ برائی اور بھلائی کا فیصلہ کیسے ہو؟ ہر بندے کی ایک اپنی رائے ہے۔ ایک کام ایک کہتا ہے یہ بھلائی ہے دوسرا کہتا ہے یہ برائی ہے اس کے خلاف بھلائی ہے تو کیا فیصلہ ہے؟ ایک بندے کو دھوپ اچھی لگتی ہے دوسرا کہتا ہے بادل ہوں تو موسم اچھا ہے۔ ایک کو گرمی پر لطف لگتی ہے۔ دوسرے کو سردی پر لطف لگتی ہے۔ ایک شہر کو جانے کو موٹروے کو ترجیح دیتا ہے دوسرا کہے نہیں جی ہم تو ہائی وے سے جائیں گے وہ راستہ اچھا ہے۔ تو فیصلہ کیا ہو؟ ہر کام کو کرنے کے متعدد طریقے ہیں۔ کسی کو کوئی انداز پسند ہے کسی کو کوئی انداز پسند ہے۔

فیصلہ یہ ہے کہ کام درست وہ ہے طریقہ کام کا درست وہ ہے جو اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ نے مقرر کیا ہے۔ یہ لوگ بھی کہتے ہیں جب کافروں کی روحیں قبض ہوتی ہیں اور مار پڑتی ہے اور انہیں سزا ملتی ہے اور تکلیف ہوتی ہے تو کہتے ہیں یار میں نے زندگی میں بُرا تو نہیں کیا۔ اچھا ہی کرتا رہا۔ ہر بندہ جو کچھ کرتا ہے اس کے جواز کی دلیل اُس نے گھڑی ہوئی ہوتی ہے۔ کوئی کسی کو قتل کرتا ہے تو اس کے پاس اس کی بھی دلیل گھڑی ہوئی ہے۔ کوئی ڈاکہ کرتا ہے تو اس نے بھی اس کی دلیل گھڑ رکھی ہے۔ اپنے کام کو جائز کرنے کے لیے ہر بندے نے مرضی سے کام کیا۔ کہتے ہیں ہم نے کوئی بُرا تو نہیں کیا زندگی بھر اچھا ہی کیا۔ لیکن اچھا اپنی مرضی سے کرتے رہے۔ جسے اللہ اچھا سمجھتا ہے وہ تو نہیں کیا۔ آزمائش تو یہ تھی کہ تم وہ کرو جسے اللہ اچھا سمجھتا ہے۔ جس کے کرنے کا طریقہ اللہ کا رسول ﷺ بتاتا ہے۔ اس کا بھی قاعدہ ہے۔ اللہ کے حکم کی تعمیل ہوگی۔ وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ (البقرہ:43) نماز ادا کرو اللہ کا حکم ہے نماز قائم کرو۔ اب کیسے قائم کی جائے؟ میں امیر تیمور کو پڑھ رہا تھا۔ امیر تیمور دینی علوم سے بہت بڑی حد تک بہرہ ور تھا اور ایسا عجیب حافظ تھا قرآنِ حکیم کا کہ والناس سے لے کر الم تک الٹا قرآن کریم پڑھ سکتا تھا۔ یعنی آخری آیت پھر اُس سے پچھلی آیت پھر اُس سے پچھلی آیت تو اس طرح الٹا قرآن پڑھ سکتا تھا پورا۔ اس قدر حافظ تھا کہ تیس پاروں میں کبھی نہیں بھولتا تھا اور مقابلہ کرتا تھا جہاں کوئی حفاظ ہوتے تھے۔ اُنہیں کہتا میرے ساتھ مقابلہ کرو۔ کوئی سورۃ لے لو وہ الٹی پڑھ کے دکھاؤ۔ یعنی آخری آیت پھر اس سے پچھلی آیت۔ تو بڑے بڑے حافظ گھبرا جاتے تھے۔ دینی علوم سے بہت اچھی طرح واقف تھا۔ کیونکہ جن مدارس میں اُس نے پڑھا تھا وہ علاقہ مسلمانوں کے زیرِ نگین تھا اور وہاں دنیا اور دین دونوں پڑھائے جاتے تھے۔ لیکن پھر اپنے گھمنڈ نے گھیر لیا۔ پھر اپنے زعم میں بہت دور نکل گیا اور بعض مسائل میں اجتہاد بھی کرنے لگا۔ پھر ایک دفعہ لکھتا ہے کہ میں نے ایک قوم، ایک علاقہ فتح کیا۔ وہاں ایک قوم تھی تو میں نے کہا تمہارا عقیدہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا مسلمان ہیں۔ کیسے عبادات کرتے ہو؟ انہوں نے کہا ہم ہاتھ سر پر باندھتے ہیں اور قبلہ ہمارا سورج ہے۔ اب یہ کہیں سے ثابت نہیں کہ ہاتھ سر پر باندھے جائیں یا سورج کو قبلہ تصور کیا جائے۔ سوائے سورج پرستوں کے اور تو کہیں سے ثابت نہیں۔ لیکن وہ اپنا

اجتہاد کرتا ہے۔ وہاں وہ لکھتا ہے کہ خیر ہے مسلمان تو ہیں ناں کم از کم، ایک قبلے کے قائل ہیں خواہ سورج کے ہی سہی اور ہاتھ باندھنا نماز میں نہیں ہوتا ادب کے لیے ہیں کوئی ہاتھ باندھتا ہے، کوئی پیٹ پر باندھتا ہے، کوئی سینے پر باندھتا ہے۔ انہوں نے سر پر باندھ لیے تو کیا حرج ہے۔ اب یہ وہ اپنی طرف سے دینی فتویٰ دے رہا ہے۔ بھئی جس فتوے کی اصل نہیں ہے نہ قرآن میں نہ حدیث میں نہ متقدمین میں نہ آثار میں اب یہ کیسے درست ہوگا اب وہ اپنی طرف سے تو بڑا اچھا کر رہا ہے کہ یہ بھی مسلمان ہیں اور میں ان کی حوصلہ افزائی کر رہا ہوں۔ لیکن بے دینی کو بڑھاوا دے رہا ہے۔

اسی طرح تو وہ بھی کہیں گے کہ ہم نے برائی تو نہیں کی۔ زندگی بھر جو اچھا سمجھا وہ کرتے رہے۔ اللہ کریم فرمائیں گے جسے میں اچھا سمجھتا ہوں وہ کرنا تھا جسے تم خود اچھا سمجھتے رہے وہ اچھا کرتے رہے۔ تم کیا اور تمہاری سمجھ کیا! تم کو تو اپنے وجود کا پتہ نہیں ہے کہ تمہیں گرمی ہوگئی ہے یا سردی ہوگئی ہے۔ بخار کیوں ہوا ہے یا کھانسی۔ تم اس کے لیے کسی دوسرے کے پاس جاتے ہو۔ ڈاکٹر یا طبیب کے پاس جاتے ہو۔ تمہیں اپنا بھلا بُرا نہیں پتا تو دینی امور کے بھلے برے سے تم کب آگاہ ہو؟ کرنا تو وہ تھا جو کرنے کا حکم میں نے دیا۔ اور اس طریقے سے کرنا تھا جس طریقے سے میرے نبی ﷺ نے سمجھا۔ جس طرح میں نے حکم دے دیا۔ نماز قائم کرو! اب کیسے پڑھنی ہے یہ سارا تو محمد رسول اللہ ﷺ نے سکھایا کہ عبارت یہ پڑھو گے، تکبیر اس طرح کہو گے۔ اس طرح رکوع کرو گے۔ رکوع میں یہ پڑھو گے۔ اس طرح قیام ہوگا۔ سجدہ ہوگا، جلسہ ہوگا۔ یہ سارا طریقہ تو محمد رسول اللہ ﷺ نے سکھایا۔ سو کام وہ کرنا ہے جس کا اللہ حکم دے۔ اور اُس طریقے سے کرنا ہے جس طریقے سے اللہ کا نبی ﷺ سمجھائے، تعلیم دے اور وہ کام اچھا ہے۔ اور جو کام اللہ کا حکم ہی نہیں ہے۔ اللہ کا نبی ﷺ اُس کا طریقہ کیوں بتائے گا؟ اللہ کا نبی ﷺ تو اُسی کام کی وضاحت فرمائے گا جس کے کرنے کا اللہ کریم حکم دیں۔ فرمایا، جب انہیں موت آتی ہے مار پڑتی ہیں، تکلیف ہوتی ہے اور ایذاء ہوتی ہے تو کہتے ہیں ہم زندگی بھر تو اچھا ہی کرتے رہے ہیں۔ فَاَلْقَوُا السَّلَمَ مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْٓءٍ اس وقت تو کہتے ہیں ہم تو بڑے فرمانبردار اور بے ضرر سے لوگ تھے۔ چند دن پہلے ایک شخص مجھے ملنے آیا بات چل پڑی تو کہنے لگا۔ میری عمر نوے سال ہے۔ میں نے نوے سال میں کسی شخص کا ایک پتہ بھی توڑ کر ادھر نہیں پھینکا۔ ہاں نمازیں شاذ ہیں مجھ سے نہیں ہوسکیں۔ وہ اپنے کمالات بیان کر رہا تھا کہ نوے سال میں نے کوئی برائی نہیں کی ہے وہ بے چارہ خود جس بات کو اچھا سمجھتا رہا وہ کرتا رہا۔

یہی مسئلہ موت کے وقت آئے گا۔ کہیں گے ہم نے تو سو سو سال زندگی بسر کی ہم نے بُرا تو کوئی نہیں کیا۔ جس کو اچھا سمجھتے تھے وہی کرتے تھے۔ لیکن کہا جائے گا تم خود جسے اچھا سمجھتے تھے وہ کرتے رہے اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ جسے اچھا سمجھتے تھے کرنا وہ تھا۔ بَلٰٓى اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (28) اللہ کریم فرماتے ہیں۔ تم ٹھیک کہتے ہو لیکن میرا ارشاد بھی سن لو! جو تم کرتے تھے اس سے میں خود واقف ہوں۔ میں جانتا ہوں تم کیا کرتے تھے۔ اور وہ اچھا ہے یا برا ہے اور تمہیں بھی اب خبر لگ جائے گی جب اس کے نتائج بھگتو گے کہ وہ اچھا تھا یا برا تھا۔

فَادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اپنے اپنے درجے کے مطابق، اپنے اپنے اعمال اور کردار کے مطابق دوزخ کے مختلف درجے ہیں اپنے درجے میں داخل ہو۔ اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے تمہیں وہیں رہنا ہوگا۔ کفر کی مصیبت یہ ہے کہ اس میں واپسی کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ فَلَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ (29) تم زندگی پھر اسی وہم میں مبتلا رہے کہ جو تم کرتے ہو وہی ٹھیک ہے۔ تم اپنی بڑائی میں مبتلا رہے۔ کہ میں بڑا دانشور ہوں۔ جسے میں اچھا سمجھتا ہوں وہی اچھا ہے۔ جسے میں سمجھتا ہوں وہی صحیح ہے۔ تو اس طرح تو دنیا میں کوئی بندہ بھی غلط نہیں ہے۔ جو کچھ جو کرتا ہے کوئی کام بھی جو شخص کرتا ہے۔ اس کی اپنی طرف سے دلیل گھڑی ہوئی ہوتی ہے کہ یہی صحیح ہے۔ وہ دلیل کام نہیں آئے گی۔ دلیل ایک ہی ہے کہ اس کام کو اللہ نے اللہ کے حبیب ﷺ نے اچھا کہا ہو۔ اللہ کی شریعت نے اللہ کے بتائے ہوئے طریقے نے اُسے اچھا کہا ہو۔ تمہاری رائے میں اچھائی برائی، مقرر کرنے کا کوئی اختیار نہیں ہے۔ سو فَادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اپنے اپنے درجے کے مطابق جتنی کسی نے برائی کی ہے۔ اس کے ہر برائی کے الگ درجے ہیں۔ اپنے اپنے دروازے سے داخل ہو جاؤ اور وہاں ہمیشہ ہمیشہ کا رہنا ہوگا۔ اور متکبرین کا ٹھکانہ بہت ہی بُرا ہے۔ یہ بھی تو تمہارا ایک تکبر ہے کہ میں ہی سب کچھ جانتا ہوں حتیٰ کہ تم نے احکام الٰہی کو بھی اس لیے نظر انداز کر دیا کہ ہوں گے! یا رہوں گے! لیکن جو

میں کر رہا ہوں وہ بہتر ہے۔

اب اُس کے مقابلے میں وَ قِیۡلَ لِلَّذِیۡنَ اتَّقَوۡا مَاذَاۤ اَنۡزَلَ رَبُّکُمۡ پوچھا جاتا ہے پرہیزگاروں سے دنیا کی زندگی میں بھی، عمل کرتے ہوئے بھی۔ یہ کیا کر رہے ہو؟ یہ کیوں کر رہے ہو؟ یہ کیا ہے ہر وقت مسجد کی طرف چلے رہتے ہو۔ سارا دن منہ بند ہے روزہ رکھا ہوا ہے۔ جہاد کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ کیا تمہارے پروردگار نے تمہیں ایسی ہی باتیں کہی ہیں؟ وہ کہتے ہیں قَالُوۡا خَیۡرًا۔ اللہ نے جو بھی کہا ہے۔ وہی بہتر ہے اور اُس میں خیر ہے۔ اللہ کے بندوں پر جب یہ اعتراض کئے جاتے ہیں کہ تم کیا کرتے ہو؟ ایسا کیوں؟ تم نے کیوں داڑھیاں بڑھائی ہوئی ہیں؟ بڑے دور سے کافر اور دشمنانِ دین بات کو چلا کر لے آتے ہیں۔ اب آج کے اس طبقے کو جو یکطرفہ صرف دنیا کی تعلیم کرتا ہے اسے رجھانے کے لیے پرانی فلمیں بنائیں گے۔ پرانے زمانے کی قدیم اقوام کی انگریزی فلمیں بنائیں گے اُس میں پورے اہتمام سے ہر بندے کو داڑھی والا دکھائیں گے، چھوٹی ہو یا بڑی داڑھی ضرور ہوگی۔ پتہ ہے اس کا مطلب کیا ہے؟ کہ یہ ہمارا جو پیروکار طبقہ ہے یہ سمجھے کہ داڑھی تو ہر جاہل بندہ رکھتا تھا۔ کلین شیو ہونا تہذیب ہے۔ یعنی بڑے دور سے لے کے چلتے ہیں کہ اس بات کا الٹی میٹ رزلٹ یا نتیجہ جو لوگوں کی سوچ پہ یہ ہو۔ لیکن جن کا تعلق اللہ سے ہوتا ہے وہ کہتے ہیں!

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز ہے لذتِ آشنائی

اس کا پتہ انہیں ہوتا ہے جنہیں اللہ سے اور اللہ کے حبیب ﷺ سے آشنائی نصیب ہو۔ پھر دونوں جہاں کچھ بھی کرتے رہیں وہ کہتے ہیں جو لذت اس میں ہے وہ تم دونوں میں نہیں ہے۔ وہ اسے چھوڑ کر نہیں جاتے جنہیں اللہ سے تعلق نصیب ہو جائے وَ قِیۡلَ لِلَّذِیۡنَ اتَّقَوۡا، تقویٰ کا مطلب تو یہاں، یہ میرے سامنے ترجمہ پڑا ہے، الحمدللہ، اللہ نے توفیق بخشی میں نے ہی کیا ہے میں نے بھی یہاں پرہیزگار ہی لکھا ہے۔ اردو کا دامن تنگ ہے ہمارے پاس کوئی متبادل لفظ نہیں۔ تقویٰ نری پرہیزگاری نہیں ہے، تقویٰ ایک کیفیت ہے کہ کوئی بات کرتے وقت، کوئی کام کرتے وقت دل میں خیال آ جائے کہ کہیں اللہ کی پسند کے خلاف تو نہیں۔ یہ درجہ جو تعلق کا اللہ کے ساتھ ہے، اسے تقویٰ کہتے ہیں۔ فرمایا! جنہیں میرے ساتھ یہ تعلق نصیب ہوا ان سے کوئی کہے یہ تمہارے دین میں کیا؟ تم کہتے ہو اللہ نے حکم دیا ہے، تمہارے اللہ نے تمہیں کیا حکم دیا ہے؟ وہ کہتے ہیں قَالُوۡا خَیۡرًا۔ اللہ نے جو بھی حکم دیا ہے۔ جو حکم اللہ کی طرف سے آیا۔ جو اللہ کے حبیب ﷺ نے پہنچایا۔ اللہ کی کتاب نے بتایا۔ اللہ کے ہر حکم میں خیر ہی خیر ہے۔ لِلَّذِیۡنَ اَحۡسَنُوۡا فِیۡ ہٰذِہِ الدُّنۡیَا حَسَنَۃٌ جو لوگ خلوصِ دل سے نیکی کرتے ہیں اللہ کی رضا کے لیے کرتے ہیں۔ اللہ کے حبیب ﷺ کے اتباع کے لیے کرتے ہیں ان کے لیے دنیا میں بھی حسن ہی حسن ہے۔ بہتری ہی بہتری، آرام ہی آرام ہے، سکون ہی سکون ہے۔ نیکی کر کے بندہ کبھی پریشان نہیں ہوتا، نیکی کر کے بندہ کبھی دُکھی نہیں ہوتا۔ نیکی کر کے ہمیشہ اللہ کی رحمت نصیب ہوتی ہے۔ دل کو تسلی نصیب ہوتی ہے، سکون و اطمینان نصیب ہوتا ہے۔ وَ لَدَارُ الۡاٰخِرَۃِ خَیۡرٌ اس دنیا میں بھی انہیں زندگی کا حسن نصیب ہوتا ہے اور آخرت تو ہے ہی اُن کی خیر ہی خیر جب انہوں نے اللہ کے احکام کو خیر کہا اللہ نے اُن کے انجام کو خیر سے بھر دیا وَ لَنِعۡمَ دَارُ الۡمُتَّقِیۡنَ (30) اور اللہ کے نیک بندوں کے کیا مزیدار گھر ہیں کیا مزیدار ٹھکانہ ہے۔ کتنی خوبصورت جگہ ہے۔ جَنّٰتُ عَدۡنٍ یَّدۡخُلُوۡنَہَا تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِہَا الۡاَنۡہٰرُ لَہُمۡ فِیۡہَا مَا یَشَآءُوۡنَ ہمیشہ پُر بہار رہنے والے، سدا کے آباد، ہمیشہ بہاروں سے بھرے ہوئے باغات ہیں اُن کے لیے اور پانی بھی اُن کے تابع ہے۔ جہاں باغ کو پانی چاہیے ہوتا ہے۔ وہاں پانی نے پہنچنا ہے۔ باغ پانی کے تابع نہیں ہے۔ پانی ان باغوں کے تابع ہیں اور صرف باغ اور پھل پھول ہی نہیں ہیں جنت میں جو داخل ہوں گے۔ لَہُمۡ فِیۡہَا مَا یَشَآءُوۡنَ جس چیز کی وہ آرزو کریں گے وہ انہیں وہاں مل جائے گی۔ اس پر نہ رہیں کہ باغ کی بات ہوئی ہے تو صرف پھل ہی ہوں گے صرف پھول ہی ہوں گے۔ نہیں وہ ہر چیز جو جنتی چاہے گا اُسے مل جائے گی۔ بلکہ حدیث شریف میں اس حد تک ملتا ہے کہ جنتی کا دل چاہے گا کہ لباس اس طرح کا ہو اُسے کپڑے اتارنے اور بدلنے اور دوسرے خریدنے کا تکلف نہیں کرنا ہوگا اس کا ارادہ ہوگا، سوچے گا تو کپڑے ویسے لباس ویسا، جو تن پر تھا وہی ویسا ہو جائے گا۔ کسی تکلف کی ضرورت پیش نہیں آئے گی لَہُمۡ فِیۡہَا مَا یَشَآءُوۡنَ جو خواہش وہ کریں گے وہ وہاں پائیں گے۔ ہر چیز انہیں مل جائے گی۔

كَذٰلِكَ يَجْزِي اللّٰهُ الْمُتَّقِيْنَ (31) اللہ اپنے نیک بندوں کو اس طرح انعام واکرام سے نوازتا ہے۔حتیٰ کہ موت کا ہولناک منظر گزرا، کفار کی موت کا دردناک منظر گزرا۔فرشتوں کی سختی کی بات ہوئی اُن پر عذاب کی بات ہوئی اور یہ ارشاد ہوا یہ ان کا اپنا کیا دھرا ہے یہ انہوں نے اپنے ساتھ خود کیا ہے۔

یہاں بھی سن لو! بندہ مومن پر بھی موت آتی ہے۔ اَلَّذِيْنَ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَيِّبِيْنَ يَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (32) فرشتے نیک بندے کی روح قبض کرنے آتے ہیں تو سب سے پہلے اُس کو سلام کرتے ہیں۔اللہ کی سلامتی ہو تم پر پھر اُسے کہتے ہیں بڑے مزے سے آرام، پاکیزہ طَيِّبِيْنَ خوش بودار، مزیدار، سلیقہ مند، آرام دہ طریقہ سے تمہاری روح قبض کریں گے اور تم پر اللہ کی سلامتی ہو۔ہم اس وجود سے روح قبض کریں گے جاؤ! تم جنت میں چلے جاؤ۔ جنت کا داخلہ، حقیقی جنت کا داخلہ تو قیامت کو ہوگا پھر یہ جنت کون سی ہے؟ جیسا حضور ﷺ نے اس کی شرح میں تشریح فرمائی کہ ہر قبر یا دوزخ کا گڑھا ہے یا جنت کا باغیچہ ہے۔

القبر روضه من الرياض الجنة او حفرة من حفرة النار او كما قال رسول اللہ ﷺ کہ ہر قبر یا جنت کا باغیچہ ہے یا دوزخ کا ایک گڑھا ہے تو اتنا تعلق قبر کے ساتھ جنت یا دوزخ کا کردیا جاتا ہے کہ اُسے جنت ہی کہا گیا۔ اسے دوزخ ہی کہا گیا تو یہ نہیں کہیں گے اسے کہ اب تم قبر میں ہی ٹھہرو، اسے کہیں گے جاؤ، اب اپنی جنت میں چلے جاؤ، اللہ کی سلامتی ہو تم پر۔ اچھے طریقے خوبصورت طریقے سے آرام دہ طریقے سے تمہاری روح قبض کرتے ہیں اور جاؤ اپنی جنت میں آرام کرو۔ یہ تمہارے اس کردار کا بدلہ ہے جو تم اللہ کی رضا کے لیے اور نبی ﷺ کے اتباع کے لیے کرتے رہے۔ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ اَمْرُ رَبِّكَ کافروں کی مصیبت یہ ہے، کفر ایک ایسی دلدل ہے کہ جب یہ اس میں اُتر جاتے ہیں۔تو تب تک انہیں سمجھ نہیں آتی جب تک اللہ کا حکم یعنی موت نہ آجائے یا روح قبض کرنے والے فرشتے نہ آجائیں تب تک انہیں سمجھ نہیں آتی جب فرشتے آجائیں تو کہتے ہیں کرتے تو اچھا ہی رہے۔ کیا خاک اچھا کرتے رہے؟ ان سے پہلے کفار جو تھے یہی کہتے تھے کہ میں اچھا ہی کر رہا ہوں۔ یہ انہوں نے رواج بنایا ہوا ہے کہ جو میں کرتا ہوں اچھا ہی ہوتا ہے۔ اچھا یا بُرا کسی فرد کے کہنے سے نہیں، دانشور کے کہنے سے نہیں۔ اچھے اور برے کا فرق اللہ اور اللہ کے حبیب ﷺ نے واضح کردیا ہے۔ جو اللہ کے نزدیک اچھا ہے وہ سب اچھا ہے کہیں جان بچانا عبادت ہے فرض ہے اور کہیں جان دینا فرض ہو جاتا ہے۔ جہاں اللہ چاہے کہ یہاں جان دو، وہاں جان دینا فرض ہے۔ جہاں اللہ چاہیں کہ جان کی حفاظت ہو وہاں جان بچانا فرض ہے۔ تو جو حکم اللہ کا ہے بہرحال وہ اچھا ہے جو طریقہ نبی کریم ﷺ کا ہے بہر حال وہ اچھا ہے۔

یہ کفار پہلے بھی یہی کہتے تھے کہ اپنی پسند سے کر رہے ہیں، ہم اچھا ہی کر رہے ہیں کسی کا برا تو نہیں کر رہے۔ سارے حکمران یہی کہتے ہیں۔ لوٹ کر کھا جاتے ہیں اور کہتے ہیں پبلک کی بہتری کے لیے کر رہے ہیں۔ دس لاکھ جہاں خرچ ہوتے وہاں دس ارب خرچ کرتے ہیں پانچ لاکھ وہاں لگاتے ہیں باقی سارا خود کھا جاتے ہیں اور کہتے ہیں پبلک کی بہتری کے لیے کر رہے ہیں۔ پبلک بھی آجائے گی ایک میدان میں اور بہتری اور برائی بھی آجائے گی اور تم بھی وہیں ہوگے ہم بھی وہاں ہوں گے دیکھا جائے گا۔ کہ کیا ہو رہا ہے؟ یہ تو چند روزہ زندگی ہے گزر جائے گی۔ فرمایا! وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ۔ اللہ نے کسی کے ساتھ زیادتی نہیں کی اللہ کسی پر ظلم نہیں کرتے ہو وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ (33) یہ تو اپنے پر خود ظلم کے پہاڑ توڑتے رہے جواب انہیں بھگتنا پڑ رہے ہیں۔ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی ہر نافرمانی ہر خلاف شریعت کام ظلم ہے، اپنے آپ پر ظلم ہے اور جب بندے کو اللہ احساس عطا کردے بندے کو توبہ کرنی چاہیے۔ جنہیں ہم نیکی سمجھتے ہیں، نیکیاں کرکے بھی توبہ استغفار ضرور پڑھنا چاہیے کہ ہم نیکیاں کرنے میں بھی کوتاہی کر جاتے ہیں فرض عبادت کے کرنے میں بھی ڈنڈی مار جاتے ہیں۔ نوافل پڑھنے میں بھی سستی اور کوتاہی یا ارکان کی ادائیگی میں غلطی کوتاہی ہو جاتی ہے تو جو کرتے ہی اپنی مرضی سے وہ کیا لیں گے سو اللہ سے مغفرت طلب کرنی چاہیے۔ فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ (34) پہلے کفار بھی یہی کہتے تھے کہ ہم اچھا ہی کرتے ہیں لیکن وہ اچھا اُن کی نظر میں ہوتا تھا۔ اللہ کی نظر میں تو وہ ظلم ہوتا تھا۔ اور نتیجہ یہ ہوا کہ جو ان کا کردار تھا اُس کی مصیبت ان کے گلے پڑ گئی۔ اور یہ احکام الٰہی کا مذاق اڑایا کرتے تھے جیسے ہمارے دانشور اڑاتے ہیں اللہ کریم نے تو قرآن میں حد مقرر کردی کہ قتل کا بدلہ قتل ہوگا تو اگلے دن بھی کچھ وکلاء اور دانشور مذاق اڑا رہے تھے کہ بندہ تو مر گیا۔ (بقیہ صفحہ نمبر 16 پر)

حضرت مولانا عبدالرحمن جامیؒ

ابوالاحمدین

مشائخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ میں سے ایک ہیں آپؒ کی وفات 18 محرم الحرام 898 ہجری میں ہوئی اس نسبت سے آپؒ کے حالات زندگی پر حیات جاویداں (حصہ دوم) میں سے ایک قسط محرم الحرام 1432 ہجری دسمبر 2010ء میں شائع ہوئی تھی بقیہ مضمون اب پیش خدمت ہے

سفر حج

877ھ میں جب مولانا عبدالرحمن جامیؒ کی عمر 60 سال ہونے کو تھی، آپ نے حج بیت اللہ کا ارادہ کیا۔ حضرت خواجہ عبید اللہ احرارؒ کی طرح حضرت مولانا عبدالرحمن جامیؒ بھی حاجت مندوں کے مسائل حل کرنے کے لئے امراء اور حکمرانوں کو اکثر سفارشی رقعات لکھ دیا کرتے۔ احباب کو پتہ چلا تو آپؒ کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ حج پر نہ جائیں کیونکہ یہاں رہتے ہوئے آپؒ کی بدولت غریبوں کے کام سنور جاتے ہیں اور کسی ایک کی تکلیف رفع کرنے پر حج پیدل کا ثواب ملتا ہے۔ آپؒ طویل عرصہ کے لیے چلے گئے تو لوگوں کے کام رک جائیں گے۔ آپؒ نے شگفتہ مزاجی سے فرمایا:

"ہم پیدل حج کرتے کرتے تھک چکے ہیں، اب
ایک سواری حج بھی ہوجائے۔"

مولانا عبدالرحمن جامیؒ حج بیت اللہ اور مزارات مقدسہ کی حاضری کے لئے روانہ ہوئے اور قریباً دو ماہ بعد بغداد پہنچے تو وہاں شیعہ فرقہ کے بعض شرپسند جہلا نے آپؒ کی منظوم کتاب "سلسلۃ الذہب" کے چند اشعار کو سیاق وسباق سے کاٹ کر اس طرح غلط معنی پہنائے جس سے حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں فرق آتا تھا۔ بغداد میں اس ٹولہ نے خوب زہر فشانی کی اور آپؒ کے احباب کو تعصب کا نشانہ بنایا۔ قیام بغداد کے دوران یہ لوگ طعن وتشنیع سے باز نہ آئے اور آپؒ کے قافلہ میں شریک احباب کو شرانگیز باتوں سے تنگ کرتے۔ آخر ایک روز بغداد کے ایک بڑے مدرسہ میں فریقین کے مابین ایک مجلس مباحثہ کا انتظام ہوا جس کی تفصیل بڑی دلچسپ ہے اور حضرت جیؒ کے مناظروں کی سی صورت یہاں بھی نظر آئی ہے۔

مباحثہ میں جب "سلسلۃ الذہب" سے پوری تمثیل پڑھی گئی تو حقیقت حال سامنے آئی اور حاضرین مجلس کے سامنے رافضیوں کی سازش بے نقاب ہوئی۔ حضرت مولانا جامیؒ نے موقع کی مناسبت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے رافضیوں کے سردار نعمت اللہ حیدری کو للکارا کہ تم شرعی نقطہ نظر سے بات کرنا چاہتے ہو یا طریقت کی بنیاد پر؟ اس نے جواب دیا "دونوں طرح سے۔" آپؒ نے فرمایا: "اٹھو اور شرعی طریقے سے اپنی مونچھوں کے بال درست کرو جو تم نے کئی مدت سے نہیں کٹوائے۔" یہ فرمانا تھا کہ آپؒ کے حامی لپکے اور اس کی آدھی مونچھیں قینچی آنے تک عصا پر رکھ کر چھری سے کاٹ دیں۔ جب اس کی تمام مونچھیں کٹ چکیں تو آپؒ نے فرمایا:

"چونکہ یہ کام تو نے اپنے ہاتھ سے انجام نہیں دیا، اہل طریقت کی نظر میں ازروئے طریقت تو مردود ہے اور لباس فقر تجھ پر حرام ہے۔ اب تجھے شیخ وقت کے پاس جانا چاہیے تاکہ وہ تیرے حق میں فاتحہ تکبیر کہے۔"

مباحثہ میں موجود حکام نے بھی اس شخص کو برا بھلا کہا اور اس کی شرارت پر یہ سزا دی کہ گدھے پر الٹا سوار کیا اور شہر کے اطراف میں گھمایا۔

حضرت مولانا عبدالرحمن جامیؒ نے قریباً چار ماہ بغداد میں قیام فرمایا لیکن اس دوران روافض کی شرارتوں سے نالاں رہے۔ وقت رخصت جو رباعی کہی وہ آپؒ کے ان جذبات کی عکاسی کرتی ہے۔ فرماتے ہیں:

بکشای ساقیا بلب شط سر سبوئ   درخاطرم کدورت بغدادیاں بشوی
اے ساقی! صراحی کا منہ شط یعنی نہر کے کنارہ پر کھول دے اور میرے دل سے بغداد والوں کی کدورت دھو دے۔
مہرم بلب نہ از قدح می کہ ہیچ کس   ز ابنائے ایں دیار نیرزد بگفت وگوی
میرا منہ جام مئے کی وجہ سے بند نہیں بلکہ شہر کے رہنے والوں میں کوئی ایک بھی بات کے قابل نہیں۔
از ناکساں وفا و مروت طمع مدار   از طبع دیو خاصیت آدمی مجوی
وفا و مروت کو توڑنے والوں سے امید نہ رکھ اور دیو کی طبیعت رکھنے والے میں خصلت انسان تلاش نہ کر
در راہ عشق زہد و سلامت نمی خرند   خوش آنکہ باجفا و ملامت گرفت خوی
راہ عشق میں درویشی اور سلامتی نہیں خریدا کرتے بلکہ وہ لوگ اچھے ہیں جو ملامت اور جفا سہنے کے خوگر ہو چکے ہیں۔
جامی مقام راست رواں نیست ایں زمین   برخیز تا نہیم بسوئے حجاز روی
جامی یہ زمین سیدھی راہ چلنے والوں کے ٹھہرنے کی جگہ نہیں، اٹھ کہ حجاز کی طرف رخ کریں۔

سفر کا آغاز کیا تو آقائے نامدار ﷺ کے حضور اپنی مشہور نعت کہی جس کا مطلع ہے:

محمل رحلت بہ بند اے سارباں کز شوق یار
می کشد ہر دم برویم قطرہ ہائے خون قطار

اے سار بان! روانگی کیلئے محمل باندھ لو کہ اب دوست سے ملنے کا شوق مجھے ہر وقت خون کے آنسو رلاتا ہے۔
مدینہ شریف میں قیام کے دوران چند نعتیہ بند کہے جن کا مطلع یہ ہے:

ماء معین چیست خاک پائے محمد (ﷺ)
حبل متین ربقہ ولای محمد (ﷺ)

ستھرا پانی، جنت کا پانی، کیا ہے؟ محمد ﷺ کی خاک پاء؛ حبل متین محمد ﷺ کی محبت کا پٹہ ہے۔
ادائیگی حج کے بعد دل میں روضۂ اطہر ﷺ کی تڑپ پیدا ہوئی تو آپ کی زبان پر وہ مشہور نعت جاری ہوگئی جس کا ہر شعر عشق نبوی ﷺ کی لاجواب تصویر ہے۔

کعبہ رفتم ازاں جاہوای کوی تو کردم
جمال کعبہ تماشا بیاد روی تو کردم

کعبہ پہنچا تو وہاں تیری گلی کی خواہش کی اور جمال کعبہ کا دیدار میں نے تیرے رخ انوار کی یاد میں کیا۔

شعار کعبہ چو دیدم سیاہ دست تمنا
دراز جانب شعر سیاہ موی تو کردم

جب میں نے سیاہ خلاف کعبہ دیکھا تو میں نے تیری زلف سیاہ کی طرف دست تمنا بڑھا دیا۔

چو حلقۂ درِ کعبہ بصد نیاز گرفتم
دعاء حلقۂ گیسوء مشک بوی تو کردم

جب میں نے درِ کعبہ کے گھیرے کو بڑی عاجزی کے ساتھ تھاما تو میں نے تیرے مشک بو گیسو کے حلقہ کے لئے دعا کی۔

نہادہ خلق حرم سوی کعبہ روی ارادت
من از میانِ ہمہ روے دل بسوی تو کردم

زائرین حرم نے اپنی ارادت کا رخ کعبہ کی طرف کیے رکھا لیکن سب کے درمیان میرے دل کا رخ تیری طرف رہا۔

مرا بہیچ مقامی نبود غیر تو کامی
طواف و سعی کہ کردم بجست و جوی تو کردم

کسی بھی مقام پر تیرے سوا میری کوئی غرض نہ تھی؛ میں نے طواف وسعی بھی کی تو تیری ہی تلاش میں کی۔

بموقف عرفات ایستادہ خلق دعا خوان
من از دعا لب خود بستہ گفت وگوی تو کردم

مقام عرفات پر مخلوق کھڑی ہوئی دعا مانگ رہی تھی تو میرے لبوں پر دعا کی بجائے تیری ہی گفتگو تھی۔

فتادہ اہل منیٰ در پی منیٰ و مقاصد
چوں جامی از ہماں فارغ من آرزوی تو کردم

منیٰ میں لوگ مناسک منیٰ ادا کر رہے تھے لیکن میں ان

سے الگ جامیؒ کی طرح تیری آرزو میں مگن تھا۔

فریضہ حج ادا ہو چکا تھا اور اب دل روضۂ اطہر ﷺ کی زیارت کے لئے تڑپ رہا تھا۔ دوبارہ مدینہ شریف کی حاضری سے مشرف ہوئے اور براستہ شام واپسی کا سفر شروع ہوا۔ مولانا جامیؒ براہ راست ہرات جانا چاہتے تھے لیکن والیٔ آذربائیجان کی درخواست پر تبریز تشریف لے گئے۔ یہاں کے لوگوں کی مہمان نوازی اور عقیدت و محبت کے جواب میں ایک ماہ تبریز میں ہی قیام فرمایا جس کے بعد خراسان واپس ہوئے اور 13 شعبان 878ھ کو ہرات پہنچے۔ اس طرح یہ سفر قریباً ایک سال پر محیط ہے۔

اس سفر کے دوران سلطنت عثمانیہ کے بادشاہ سلطان محمد فاتح اور مصر کے بادشاہ ملک الاشراف نے اپنے زیرنگین ریاستوں میں فرمان جاری کر دیئے کہ حضرت مولانا جامیؒ جس جگہ تشریف لے جائیں، آپؒ کے لئے شاہی اکرام کا اہتمام کیا جائے۔ سلطان محمد فاتح نے اپنا قاصد بھیجا کہ آپؒ روم تشریف لائیں تاکہ ان ممالک کے لوگ بھی فیض یاب ہوں لیکن قاصد کی آمد سے قبل ہی آپؒ حلب کے راستے تبریز پہنچ چکے تھے۔

حضرت مولانا جامیؒ کے سفر حج کا آغاز 16 ربیع الاول 877ھ کو ہوا جو 13 شعبان 878ھ کو اختتام پذیر ہوا۔ اس طرح یہ سفر قریباً ایک سال 5 ماہ پر محیط ہے۔ اس سفر کی تاریخ وار تفاصیل علی اصغر حکمت کی تالیف "جامی" اور آپؒ کے ہم زلف فخر الدین کاشفیؒ کی تالیف "رشحات عین الحیات" میں دی گئی ہیں۔ آپؒ کے حالات زندگی میں اس کے علاوہ کسی دوسرے سفر حجاز کا تذکرہ نہیں ملتا۔

مولانا جامیؒ کے سفر حج کے بارے میں آپؒ کے شاگرد مولانا لاریؒ کے حوالے سے ان میں سے کچھ تفاصیل 'نفحات الانس' کے حواشی میں بھی ملتی ہیں جن میں کوئی تضاد نہیں۔ اسی کتاب کے مترجم مولانا محمد ادریس انصاریؒ نے ترجمہ کرتے ہوئے مولانا محمد زکریاؒ کے حوالے سے ایک مختلف روایت بھی نقل کی ہے کہ مولانا جامیؒ حج کے بعد مدینہ شریف نہیں گئے بلکہ واپس آ گئے تاکہ دوبارہ روضہ اطہر کی زیارت کی نیت سے مدینہ شریف جائیں۔ دوسری مرتبہ عمرہ کے بعد روانہ ہوئے تو اس روایت کے مطابق آپؒ کو مدینہ آنے سے روک دیا گیا کیونکہ آپؒ نے مشہور مثنوی "زمہجوری برآمد جان عالم، ترحم یا نبی اللہ ترحم" کو روضہ اطہر پر پڑھنا تھا اور اگر ایسا ہو جاتا تو روضہ اطہر سے مصافحہ کے لئے دست اقدس نمودار ہوتا۔ یہ مثنوی مولانا جامیؒ کی مشہور کتاب "یوسف زلیخا" کے شروع میں درج ہے اور بہت شہرت کی حامل ہے لیکن 'نفحات الانس' کے مترجم نے اس کا جو پس منظر بیان کیا ہے، اس کی تائید میں کوئی تاریخی روایت نہیں ملتی۔ واللہ اعلم!

امراء وسلاطین کی عقیدت

سفر حج کے دوران مولانا عبدالرحمن جامیؒ کا گزر جس ریاست سے بھی ہوا، وہاں کے سلاطین اور امراء نے آپؒ کے اکرام خاص میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ والیٔ روم کا طائفہ آپؒ کو مدعو کرنے کے لئے دمشق پہنچا تو آپؒ حلب جا چکے تھے۔ اطلاع ملی کہ شاہی طائفہ لینے آ رہا ہے تو اس شاہانہ مہمان نوازی سے بچنے کے لئے حلب میں قیام مختصر کرتے ہوئے تبریز چلے گئے۔ حلب سے آپؒ کا قافلہ روانہ ہوا تو تین سو سواروں کا دستہ، سلطان کے اقربا اور درباری امراء آپؒ کی مصاحبت کے لئے ساتھ چل رہے تھے۔ والیٔ تبریز نے آپؒ کے قیام میں توسیع کی درخواست کی تو اپنی ضعیف والدہ کی خدمت کا بتا کر خراسان روانہ ہو گئے۔ عقیدت مندوں کا شوق زیارت روز افزوں تھا لیکن آپؒ اس تزک و احتشام سے بھاگنا چاہتے تھے۔

ہرات پہنچے تو والیٔ خراسان اس وقت مرو میں تھا۔ وہاں سے آپؒ کی خدمت میں ایک مکتوب بھیجا جو ایک طرح سے سپاس نامہ تھا۔

> اَھلاً بِمَقْدَمِکَ الشَّرَفِ کَاَنَّہٗ
> فَرَحُ الْقُلُوْبِ وَ نُزْھَۃُ الْاَرْوَاحِ

ہمارے لئے آپ کی تشریف آوری بہت بڑا شرف ہے۔ یہ دلوں کی خوشی اور ارواح کی پاکیزگی ہے۔

مولانا جامیؒ کا سفر حج ایک سال سے زائد عرصہ پر محیط تھا۔

عرصہ دراز بعد ضعیف والدہ کی زیارت ہوئی تو واپسی پر جو غزل کہی اس کا مطلع اس موقع پر آپؒ کی خوشی کا عکاس ہے۔

للہ الحمد کہ بعد از سفر دور دراز
میکنم بار دگر دیدہ بدیدار تو باز

اللہ کا شکر کہ دور دراز کے سفر کے بعد میں اپنی آنکھ کو دوبارہ آپ کے دیدار سے کھول رہا ہوں۔

اس غزل کے مقطع میں سفر حرمین کے بارے میں اپنے جذبات کا اظہار ان الفاظ میں کیا:

جامی از شوق مقام تو نوائی کہ زند
بہر عشاق رہ راست بود سوی حجاز

جامی آپ کے مقام شوق کے بارے میں کہا جاتا ہے عاشقوں کا سیدھا راستہ حجاز کی طرف جاتا ہے۔

سفر حج کے دوران امراء وسلاطین نے جس طرح مولانا جامیؒ کی تکریم فرمائی اس سے کچھ اندازہ ہوتا ہے کہ شاہان وقت کے ہاں آپؒ کی عزت و مرتبت کا کیا عالم تھا۔ شاہ تبریز نے آپؒ کے عزت واحترام اور مہمان نوازی کا بے مثال مظاہرہ کیا۔ واپس لوٹے تو شاہ کے بعد اس کے بیٹے یعقوب اور درباریوں سے بھی بہت اچھے تعلقات رہے جس کا آپؒ نے ایک مثنوی میں تذکرہ بھی فرمایا ہے۔ ایران کے مغرب میں ترکمان سلاطین حضرت مولانا جامیؒ کی انتہائی عزت وتکریم کرتے اور ایشیائے کوچک کے سلاطین بھی آپؒ سے تعلق کو باعث افتخار جانتے۔

بین الاقوامی سطح پر شاہان وقت سے تعلقات کے باوجود آپؒ کے مزاج میں تفاخر کا نام ونشان نہ تھا بلکہ انتہائی منکسر المزاج تھے۔ ہرات میں سلطان بالقیرا نے ایک مدرسہ تعمیر کرایا تو اس کے افتتاح کے لئے حضرت مولانا عبدالرحمن جامیؒ سے درخواست کی گئی۔ افتتاح کے موقع پر مدرسے کے صحن میں ایک بہت بڑے جشن کا اہتمام کیا گیا۔ حسب مراتب نشستوں کی ترتیب دی گئی جن کے درمیان میں صدر مقام تھا جہاں تخت پر سلطان کے ہمراہ حضرت مولانا جامیؒ کے لئے نشست سجائی گئی اور اطراف میں شہزادوں اور وزراء کی نشستیں تھیں۔ آپؒ وقت مقررہ پر مدرسے کے ایک عام دروازے سے تشریف لائے اور زیریں حصہ میں' جسے سجایا بھی نہیں گیا تھا' زمین پر ہی بیٹھ گئے۔ کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ آپؒ سے مقررہ نشست پر آنے کے لئے کہتا۔ سلطان بالقیرا' شہزادگان اور وزراء صدر مقام چھوڑ کر آپؒ کے ساتھ زمین پر بیٹھ گئے۔ اس وقت صورت یہ تھی جس جگہ کو بطور صدر مقام سجایا گیا تھا' وہاں عام لوگ بیٹھے ہوئے تھے اور مدرسے کا زیریں حصہ' جہاں حضرت مولانا جامیؒ' سلطان' شہزادوں اور وزراء کے جلو میں تشریف فرما تھے' صدر مقام نظر آ رہا تھا۔

تصانیف

حضرت مولانا جامیؒ کی تصانیف کی تعداد ایک فہرست کے مطابق 45 ہے جو ان کے قریبی عہد میں کتب کے ناموں کے ساتھ مرتب کی گئی۔ آپؒ کے شاگرد مولانا عبدالغفور لاریؒ نے اس میں تین اور کتب کا بھی اضافہ کیا ہے۔ وہ اس بارے میں لکھتے ہیں:

''حضرت جامیؒ جس کتاب کی تصنیف اور رسالے کی ترتیب میں مصروف ہوتے' اسے تھوڑی ہی مدت میں پایہ تکمیل تک پہنچا دیتے۔''

یہ کمال حضرت جیؒ کے ہاں بھی بدرجہ اتم دیکھا گیا ہے جس کا تذکرہ ''حیات طیبہ حصہ اول'' میں گزر چکا ہے۔

مولانا جامیؒ کی تصانیف نے آپؒ کی زندگی میں ہی مختلف ممالک میں مقبولیت حاصل کر لی۔ آپؒ کا سلاطین وقت سے قریبی تعلق تھا۔ ترکی سے ہندوستان اور سمرقند سے تبریز تک سلاطین اور علماء وفضلاء سے خط وکتابت فرماتے اور وہ لوگ آپؒ کی کتب کے طلب گار رہتے۔ اس طرح آپؒ کی کتب بیرون ممالک پہنچیں اور وہاں کے خوشنویس حضرات نے ان کی متعدد کاپیاں تیار کیں۔ اس وقت ایشیاء اور یورپ کے کتب خانوں میں آپؒ کی کتب کے قلمی نسخے موجود ہیں۔

آپؒ کی مشہور مثنوی ''لیلیٰ مجنوں'' کا ایک قلمی نسخہ جو حضرت خواجہ عبدالرحیمؒ نے 1313ھ میں انتہائی خوبصورت خطاطی میں تحریر فرمایا تھا' پاکستان میں اس وقت سلسلہ عالیہ کے مرکز دارالعرفان (چکوال) کی

لائبریری میں موجود ہے۔ آپؒ کی کتب کی اشاعت بین الاقوامی سطح پر بشمول ایران، روس، افغانستان، لندن اور ہندوستان میں ہوئی اور مستشرقین نے انہیں اپنی تحقیق کا موضوع بنایا۔ صرف برصغیر میں آپؒ کی کتاب ''یوسف زلیخا'' کے پچاس ایڈیشن شائع ہوئے جبکہ منظوم و منثور تراجم کی تعداد نو ہے۔ مثنوی یوسف زلیخا کے انگریزی اور جرمنی تراجم لندن اور وی آنا سے شائع ہو چکے ہیں۔ اسی طرح مثنوی لیلیٰ مجنوں کے فرانسیسی، جرمن اور انگریزی زبان میں تراجم بھی شائع ہوئے۔ آپؒ نے ''شرح اصطلاحات صوفیہ'' بھی تصنیف فرمائی۔ حضرت مولانا جامیؒ ان کتب کا مقصد تصنیف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''تصوف پر ہم نے اس لئے لکھنا شروع کیا کہ ابتدائے حال میں جب ہم نے صوفیا کے اقوال کا مطالعہ شروع کیا تو ان کی عبارات سے ان کا مقصد سمجھنا ہمارے لئے بے حد دشوار تھا۔ ہم نے منت مانی کہ اگر ہم پر یہ دروازہ کھل جائے تو ہم صوفیاء کے مقاصد اس طریقے سے بیان کریں گے کہ لوگ بسہولت سمجھ سکیں۔''

سفینۃ الاولیاء میں داراشکوہ نے مولانا عبدالرحمن جامیؒ کے حالات لکھتے ہوئے اپنے بارے میں لکھا:

''یہ فقیر ہمیشہ ان کی منظوم و منثور تصانیف کا مطالعہ کرتا ہے اور اس کلام حقیقت انتظام کی برکت سے بہرہ ور ہوتا ہے۔ یہ کتاب (سفینۃ الاولیا) لکھ رہا ہوں تو یہ سب ان ہی کی شاگردی اور تتبع کا حاصل ہے۔''

حضرت مولانا جامیؒ کی تصانیف کے ضمن میں امیر علی شیر نوائی کے نام کو نظرانداز نہیں کیا جا سکتا کیونکہ بہت سی کتب اس علم دوست امیر کے ایما پر لکھی گئیں۔ آپؒ نے اپنی کتب میں امیر علی شیر نوائی کا تذکرہ بہت احترام سے کیا ہے۔ یہ خود بھی صاحب دیوان شاعر تھا۔ حضرت مولانا جامیؒ کے وصال پر اس نے سات بندوں میں ستر اشعار پر مشتمل ایک طویل اور پرسوز مرثیہ اور آپؒ کے حالات پر ایک کتاب لکھی۔

حضرت مولانا جامیؒ کی کتب کا مرکزی موضوع اگرچہ تصوف ہے لیکن آپؒ نے متنوع موضوعات کا احاطہ کیا جن میں تفسیر، فقہ، حدیث، اخلاق، صرف و نحو اور فن معمہ گری بھی شامل ہیں۔ آپؒ نے ابتدائے قرآن سے سورۃ بنی اسرائیل کے وسط تک تفسیر قرآن لکھی۔ اس کے علاوہ سورۃ یٰسین اور تیسویں پارے کی سورۃ نبا اور سورۃ الم نشرح کی تفسیر بھی لکھی۔ آپؒ کی بہترین تصانیف میں ''شواہد النبوۃ'' اور نفحات الانس من نفوس القدس'' شامل ہیں۔ مؤخر الذکر آپؒ کے زمانہ تک 616 اولیاء کرام کے حالات پر انسائیکلوپیڈیا کا درجہ رکھتی ہے۔ اس کتاب پر آپؒ کے شاگرد مولانا عبدالغفور لاریؒ نے مفصل حاشیہ بھی تحریر کیا ہے۔

آپؒ کی ایک اور مشہور کتاب ''سلسلۃ الذہب'' تین الگ حصوں میں ہے۔ حصہ اول میں آپؒ نے عقائد پر مبنی ایک خصوصی نظم ''عقائد نامہ'' شامل کی ہے جس میں حضرت امام ابوالحسن اشعریؒ کے عقائد کی ترجمانی کی گئی ہے۔ یہ عقائد نامہ، حضرت خواجہ عبیداللہ احرارؒ کے صاحبزادے کی فرمائش پر لکھا گیا جن کا تذکرہ مولانا جامیؒ ''خواجہ زادہ'' کے لقب سے کرتے ہیں۔ حضرت جیؒ نے اپنی آخری تقریر میں فرمایا تھا کہ عقائد میں ہم امام ابوالحسن اشعریؒ کے مقلد ہیں اور حضرت مولانا جامیؒ نے سلسلۃ الذہب میں یہی عقائد بیان کئے جو اکثر صوفیا اور جماعت اہلسنت کا مسلک ہے۔

آپؒ کی ایک اور مشہور مثنوی ''تحفۃ الاحرار'' کے نام سے موسوم ہے جس کا اختتام اپنے شیخ حضرت خواجہ عبیداللہ احرارؒ کی دعا کے ساتھ ہے۔ مثنوی ''سبحۃ الابرار'' میں تصوف کو جو اہل جذب و حال کا طریقہ ہے، اہل کلام کے مذہب پر، کہ وہ لوگ قیل و قال کے پابند ہیں، ترجیح دی ہے۔ آپؒ فلاسفہ کے مذہب کو صراط مستقیم سے بھٹکا ہوا قرار دیتے ہیں۔ مثنوی لیلیٰ مجنوں میں اپنے صاحبزادے ضیاءالدین یوسف کو اتباع شریعت کی نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں، رہ نیست جز آنکہ مصطفیٰ رفت۔ یعنی حضور ﷺ کے راستے کے علاوہ اور کوئی راستہ ہے ہی نہیں۔

حضرت مولانا عبدالرحمن جامیؒ کی جملہ کتب کا تعارف یہاں ممکن نہیں۔ تمام کتب بین الاقوامی شہرت کی حامل ہیں، دائمی

افادیت رکھتی ہیں اور تاریخ تصوف کا مستقل حصہ بن چکی ہیں۔ افسوس کہ گذشتہ دور کے علما و فضلاء اور سلاطین کی طرح اب ان جواہر پاروں سے استفادہ کرنے والے بہت کم ہیں۔

ادب اور شاعری

مولانا جامیؒ صاحب طرز شاعر تھے جن کی شاعری نے صدیوں تک آنے والے شعرا کو متاثر کیا لیکن خود کو سخنور کہنے کی بجائے اپنے کلام میں جا بجا انکساری کا اظہار فرماتے ہیں اور استاذ الشعراء نظامی، خسرو اور خاقانی کا تذکرہ انتہائی عقیدت و احترام سے کرتے ہیں۔ نعت گوئی میں آپؒ کا مرتبہ اس قدر بلند ہے کہ خانقاہیں آج بھی آپؒ کی نعتوں اور غزلوں سے گونجتی ہیں۔ آقائے نامدار ﷺ کی خدمتِ عالیہ میں مولانا جامیؒ کے سلام کا ایک معروف شعر ہے:

السلام ای سید اولاد آدم السلام
السلام ای سرور افراد عالم السلام

اسی طرح پر آپؒ کے ایک ہمعصر شاعر مولانا محبیؒ نے 1400 اشعار پر مشتمل ایک مثنوی بنام "فتوح الحرمین" لکھی۔ یہ مثنوی مولانا جامیؒ کے کلام سے اس حد تک مماثلت رکھتی ہے کہ اسے بھی آپؒ سے منسوب کر دیا گیا۔

مولانا جامیؒ کی زبان دانی کا یہ عالم ہے کہ صرف فارسی میں ہی نہیں بلکہ عربی میں بھی اسی فصاحت و بلاغت سے اظہار خیال فرمایا ہے۔ فارسی زبان پر آپؒ کا یہ احسان بھی ہے کہ گراں مایہ عربی ادب کو فارسی میں منتقل کیا اور اس امتزاج نے غزل کی ایک خوبصورت صنف کو جنم دیا۔ مولانا جامیؒ ذوق جمالیات سے بہرہ ور تھے۔ آپؒ کی شاعری حسن ظاہری کی تعریف سے بھی محروم نہیں بلکہ ان صوفیا کے ہاں مجازی محبت کا اظہار بھی روحانی فیض کے تصور سے کیا جاتا ہے۔ مولانا جامیؒ کی شاعری میں رنگ تغزل کی انتہا دیکھنی ہو تو اس کے لئے صرف یہ ایک شعر ہی کافی ہے:

چو لب بہ کوزہ نہی کوزۂ نبات شود
زکوزہ قطرہ چکد چشمۂ حیات شود

آپ جب کوزہ پر لب رکھتے ہیں، تو وہ کوزہ مصری کا بن جاتا ہے
اور اس کوزہ سے جو قطرہ گرتا ہے وہ چشمۂ حیات بن جاتا ہے

شاعر مشرق آپؒ کی صوفیانہ عظمت و شاعرانہ جلالت سے اس قدر متاثر ہیں کہ آپؒ کی نظم و نثر کو اپنی خامیوں کا علاج تجویز فرماتے ہیں:

کشتہ انداز ملا جامی ام
نظم و نثر او علاج خامیم

ترویج طریقت

مولانا جامیؒ نے پیری مریدی کا کوئی مرکز قائم کیا نہ پیر طریقت کہلوانا پسند فرماتے۔ آپؒ فرمایا کرتے کہ میں شیخ ہونے کا بوجھ اٹھانے کا متحمل نہیں ہوں۔ ابتداء میں سعد الدین کاشغریؒ سے خلافت بھی ملی تھی لیکن کسی کو مرید نہ بناتے۔ صاحب رشحات لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ وہ ماوراء النہر گئے تو راستے میں دریائے جیحون کے ساحل پر رات بسر کی۔ خواب میں خواجہ عبید اللہ احرارؒ ظاہر ہوئے اور فرمایا:

"عجیب بات ہے کہ خراسان میں نور کا دریا موجزن ہے اور لوگ نور حاصل کرنے کے لئے اپنے چراغ اٹھائے ماوراء النہر آ رہے ہیں۔"

فخر الدین کاشغیؒ جب خواجہ احرارؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دوران گفتگو انہوں نے دریافت فرمایا:

"ہرات میں مشائخ وقت میں سے کس کو دیکھا ہے؟"

جواب دیا کہ مولانا عبد الرحمن جامیؒ اور مولانا محمد روجیؒ کو دیکھا ہے۔

حضرت خواجہ احرارؒ نے فرمایا:

"جس نے خراسان میں مولانا عبد الرحمن جامیؒ کو دیکھا ہے، اس کو اس طرف آ کر پانی لینے کی کیا ضرورت ہے؟"

مزید فرمایا:

"میں نے سنا کہ مولانا جامیؒ مرید نہیں کرتے بلکہ مولانا محمد مرید کرتے ہیں۔"

میں نے تائید کی تو خواجہ احرارؒ نے فرمایا:

"میں نے مشائخ نقشبند سے سنا ہے کہ شیخی کا دروازہ بند کرو اور دوستی کا دروازہ کھولو' تنہائی کا دروازہ بند کرو اور صحبت کا دروازہ کھولو۔"

بظاہر آپؒ ایک شاعر' ادیب اور عالم نظر آتے لیکن اگر کسی میں طلب پاتے تو سلوک میں اس کی رہنمائی فرماتے۔ آخر عمر میں طالبان حق کی تلاش تھی لیکن فرمایا کرتے:

"یوں تو اپنی لذت و حظ کے طالب بہت ہیں لیکن افسوس اب حقیقی طالب ناپید ہیں۔"

سلسلہ نقشبندیہ کے متعلق آپؒ کا ارشاد ہے:

"اس سلسلے کی ابتداء دوسروں کی انتہا ہے۔ جس نے ایک بار اس سلسلے کو اختیار کر لیا' شاذ و نادر ہی وہ اس سے الگ ہوتا ہے اور اگر وہ غلبہ نفس کے ہاتھوں اسے چھوڑ دے تو اسے واپس لوٹا لیا جاتا ہے۔"

ایک دن کسی نے نصیحت کے لئے عرض کیا تو بائیں پہلو پر ہاتھ رکھ کر قلب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

"اس میں مشغول رہو' یہی کام ہے۔"

مولانا جامیؒ نے اپنے دور کے نام نہاد پیروں اور ان صوفیا کی بھی خوب خبر لی ہے جو خانقاہوں میں تصوف کو ذریعہ معاش بنائے بیٹھے تھے۔ آپؒ تصوف میں ظاہری آداب و رسوم کے مقلد نہ تھے بلکہ اس کے باطنی اور حقیقی مقاصد کی ترویج فرماتے۔

کشف و کرامات

مولانا جامیؒ کو اظہار کرامت پسند نہیں تھا۔ آپؒ کا فرمان ہے:

"کشف و کرامت پر اعتماد نہیں کرنا چاہیے۔ اس سے بڑھ کر کوئی کرامت نہیں کہ فقیر ایک دولت مند کی مجلس میں جائے تو اسے وہاں بھی جذب و تاثیر حاصل ہو اور وہ کچھ دیر اپنے آپ سے بے خبر رہے۔"

ایک مرتبہ آپؒ کے شاگرد خاص مولانا عبدالغفور لاریؒ نے کشف کے بارے میں سوال کیا:

"کیا وجہ ہے کہ ہمارے ہاں بعض کو کشف ہو جاتا ہے اور بعض کو نہیں ہوتا؟"

آپؒ نے جواب دیا:

"سلوک کے دو طریقے ہیں' ایک سلسلہ تربیت میں سالک جب اس راستے پر چلتا ہے تو اس پر انکشافات عود کر آتے ہیں۔ دوسرے طریقہ میں' جو ہمارے مشائخ کا ہے' انکشافات نہ ہونے کی ایک خاص وجہ ہے۔ اس طریقہ میں سالک کی توجہ کا قبلہ سوائے ذات حق کے کوئی نہیں ہوتا جس میں کشف ضروری نہیں ہے۔"

اپنا حال ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

"ہم خود کو اجمال میں پاتے ہیں تو مغلوب ہو جاتے ہیں اور ہم پر عجیب کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے ہم زمین سے جدا ہو گئے ہیں اور ہمارا پاؤں زمین تک پہنچتا ہی نہیں ہے۔"

مزید فرمایا:

"سر وحدت اور معنی توحید ہم پر اس طرح غالب ہے کہ اس کو اپنے سے دور کرنا اب ممکن ہی نہیں اور اس معاملے میں ہمیں کوئی اختیار ہے نہ کوئی چیز اس راہ میں حائل ہو سکتی ہے۔"

بین الاقوامی سطح پر فروغ تصوف

نویں صدی ہجری کی ایک اہم خصوصیت بین الاقوامی سطح پر صوفیا کے نظریات کا فروغ ہے۔ سلسلہ نقشبندیہ آٹھویں صدی کے اواخر میں روسی ریاستوں کے بعد برصغیر اور ترکی تک پہنچ چکا تھا لیکن عالمی سطح پر اس کے فروغ میں حضرت خواجہ عبیداللہ احرارؒ اور حضرت مولانا عبدالرحمن جامیؒ کا بہت دخل ہے۔ اس ضمن میں حضرت خواجہ عبیداللہ احرارؒ کے حوالے سے گزشتہ باب میں تذکرہ کیا گیا۔ اسی کام کو حضرت مولانا عبدالرحمن جامیؒ نے مزید وسعت دی۔

حضرت مولانا جامیؒ کے روسی ریاستوں کے والیان، امراء واہل دربار، برصغیر، روم، ایران وترکمان کے سلاطین اور اس دور کے اہل تصوف، علماء، فضلاء اور شعراء سے تعلقات تھے۔ ان کی طرف سے مسلسل آپؒ کی تصانیف کا مطالبہ رہتا اور اہم موضوعات پر مزید لکھنے کی درخواست کی جاتی۔ چنانچہ حضرت مولانا جامیؒ کی بعض تصانیف ان سلاطین کی درخواست پر لکھی گئیں۔

برصغیر میں اوچ شریف (بہاولپور) کے سید محمد غوث قادریؒ سے مسلسل خط وکتابت رہتی جنہوں نے یہاں سلسلہ قادریہ کو فروغ دیا اور حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ کے مناقب کو منظوم کیا۔ یہ چیز باعث حیرت ہے کہ پاکستان میں ہمارے لئے اوچ شریف ایک غیر معروف مقام ہے لیکن مولانا جامیؒ نے اس دور میں جب رسل ووسائل نہ ہونے کے برابر تھے، ہرات سے اس دور افتادہ مقام تک کس طرح خط وکتابت کا سلسلہ جاری رکھا! برصغیر ہی کے ایک اور فاضل شیخ جمالی دھلوی جو مثنوی "سیر العارفین" کے خالق ہیں، حضرت مولانا عبدالرحمن جامیؒ کے عقیدت مند تھے۔ سلسلہ خط وکتابت کے علاوہ انہوں نے ہرات میں آپؒ کی خدمت میں حاضری بھی دی۔

برصغیر میں آپؒ کے ہمعصر عقیدت مندوں میں ملک التجار اور اس کے بیٹے خواجہ علی کے نام بھی ملتے ہیں۔ ملک التجار دکن کی ایک بہت قابل احترام اور ممتاز شخصیت تھی جو سیاسی اور تجارتی بصیرت کے علاوہ فن انشاء نویسی میں کئی کتابوں کے مصنف تھے۔ حضرت مولانا جامیؒ نے تصوف کے موضوع پر ملک التجار کے نام اہم مکتوب ارسال فرمائے۔ والیٔ ہند شاہجہاں کا بیٹا داراشکوہ بھی آپؒ کی تعلیمات سے متاثر ہوا۔ اس نے تصوف پر کئی کتب لکھیں ہیں جن میں سے سفینۃ الاولیا میں حضرت مولانا جامیؒ کے حالات بیان کئے ہیں۔

حضرت مولانا جامیؒ کے اس بین الاقوامی سطح پر تعلقات کی وجہ سے آپؒ کے مریدین کی تعداد دور دراز ممالک تک پھیلی ہوئی تھی۔ ترکی کے ایک مرید کا ذکر ملتا ہے جس نے فریضۂ حج کی ادائیگی کے بعد آپؒ سے شکایت کی کہ حج سے قبل وہ اپنے ہمراہ ایک روشنی کا مشاہدہ کرتا تھا جواب غائب ہو چکی ہے۔ آپؒ نے اسے جواب دیا کہ حج سے پہلے اسے اپنی کم مائیگی کا احساس تھا لیکن اب وہ خود کو حاجی سمجھتا ہے، اس لئے یہ روشنی گم کر چکا ہے۔

مولانا جامیؒ کی بین الاقوامی شہرت کے بعد یمن سے آپؒ کی خدمت میں حضرت ابوایوب محمد صالحؒ حاضر ہوئے اور براہ راست فیض حاصل کیا۔ وہ مدینہ شریف گئے تو یہ سلسلہ فیض حضرت سلطان العارفینؒ تک پہنچا جو برصغیر میں اس کی ترویج کا ذریعہ بن گئے۔ تصوف کی یہ وہ عالمگیریت ہے جو سلسلہ عالیہ کے ذریعہ آج چہار دانگ عالم میں اظہر من الشمس ہے۔

تعلیمات

یہ ممکن نہیں کہ حضرت مولانا عبدالرحمن جامیؒ کی وسیع تصانیف کی روشنی میں یہاں آپؒ کی تعلیمات اشارتاً بھی بیان کی جا سکیں۔ نفحات الانس میں جس طرح آپؒ نے حضرت خواجہ عبیداللہ احرارؒ کی جملہ تعلیمات کو صرف چند پیروں میں منضبط کر دیا، یہ صرف آپؒ ہی کا کمال تھا۔ یہاں نفحات الانس سے آپؒ کے چند افکار واقوال کو انتہائی اختصار کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے۔

انسانوں کی طبقاتی تقسیم: سورۃ الواقعہ میں انسانوں کی تین طبقات میں تقسیم کی مناسبت سے مولانا جامیؒ نے انسانوں کے تین طبقات کی خصوصیات بیان فرمائیں۔

(1) مقربین اور سابقین جو اونچے درجے کے لوگ ہیں، یہ کامل واصلین ہیں۔

(2) ابرار واصحاب یمین، یہ متوسط درجہ کے لوگ ہیں جو کمال کی راہ پر سلوک طے کرنے والے ہیں۔ یہ وہ طبقہ ہے جو ابھی واصل نہیں ہوا لیکن اس راہ پر گامزن ہے اور مقربین وسابقین میں شامل ہونے کا منتظر ہے۔

(3) اشرار اور اصحاب شمال، یہ سفلی یعنی نیچے درجے کے لوگ ہیں جو نقصان کے گڑھے میں قیام کرنے والے ہیں۔

آخرت کے طالب: مولانا جامیؒ نے آخرت کی طلب کرنے والوں کو چار گروہوں میں تقسیم کیا ہے۔

(1) زاہد۔ آخرت کے جمال کا مشاہدہ کرتے ہیں اور دنیا کو اس

کی اصل بدصورت شکل میں دیکھتے ہیں۔

(2) فقراء۔ مقام فقر تصوف کی ابتداء ہے۔ فقراء وہ لوگ ہیں جو دنیوی مال واسباب کو ترک کر چکے اور اللہ کی خوشنودی کے طالب ہیں۔ اَلْفَقْرُ عَدَمُ الْاِمْلَاکِ وَالْخُرُوْجِ عَنْ اَحْکَامِ الصِّفَاتِ یعنی کسی چیز کو اپنی ملک نہ جاننا (مستعار سمجھنا) اور صفات کے احکام سے نکل جانا۔ اَلْفَقِیْرُ الَّذِیْ لَایَمْلِکُ وَلَایُمْلَکُ یعنی جو کسی چیز کا مالک ہو نہ کوئی اس کا مالک ہو۔ زاہد اور فقیر میں یہ فرق ہوتا ہے کہ زاہد کے پاس مال و اسباب تو ہو سکتا ہے لیکن رغبت نہیں رکھتا جبکہ فقیر کے پاس مال واسباب ہوتا ہی نہیں لیکن رغبت ہو سکتی ہے۔

(3) خدام۔ فقرا اور طالبان حق کی خدمت اختیار کرتے ہیں۔ خادم ابرار کے مقام پر ہے کہ ثواب کی طلب رکھتا ہے۔ شیخ مقربین کے مقام پر ہے کہ حق تعالیٰ کی مراد پر قائم ہے یعنی شیخ کا شمار اونچے طبقہ میں ہوتا ہے جو مقربین اور سابقین کا ہے جبکہ خدام متوسط درجہ یعنی اصحاب یمین میں شمار ہوتے ہیں۔

(4) عباد۔ آخرت کے ثواب کی خاطر عبادات اور وظائف کو اختیار کرنے والے۔ ان سب سے بلند صوفیا کا مقام ہے کہ دنیا و آخرت سے اپنی رغبت ختم کر دی اور جمال ازلی اور ذات لم یزل کی محبت کی وجہ سے دونوں جہانوں سے محجوب ہیں۔

معرفت اور علم: معرفت بغیر علم کے محال اور ناممکن ہے اور علم بے معرفت کے وبال، مصیبت اور عذاب ہے۔

اخلاص۔ کوئی اچھا کام کرنے کے بعد یہ جتانے کی کوشش کی جاتی ہے کہ میں نے تو یہ کام صرف اللہ کی رضا کے لئے کیا۔ مولانا جامیؒ اس کو اخلاص کے منافی قرار دیتے ہیں۔ ایک دن آپؒ کی مجلس میں ایک شخص کا ذکر ہوا جس نے یہ کہا تھا کہ میں نے فلاں کام خالصتاً اللہ کے لئے کیا ہے تو آپؒ نے فرمایا:

"غالباً وہ شخص اخلاص کا مفہوم نہیں سمجھتا۔"

مناجات: حضرت مولانا جامیؒ کی مناجات ایک ایسی جامع دعا ہے جو تصوف کی غرض وغایت بیان کرتی ہے۔ یہ دعا ہر صوفی کے دل کی تڑپ ہے۔ وہ اللہ سے اس کی معرفت مانگتا ہے، وصال باری کا طالب ہوتا ہے اور یہی مناجات جامیؒ کا ماحصل ہے۔

"اے اللہ! مجھے بے کار کاموں میں مشغول ہونے سے بچا اور اشیاء کے حقائق اس طرح دکھا جیسے وہ ہیں۔ ہماری آنکھوں سے غفلت کا پردہ اٹھا اور ہر چیز کو جیسے (اس کی اصلیت) ہے ویسے ہمیں دیکھا۔ عدم کو وجود کی صورت میں ظاہر نہ کر اور جمال ہستی پر نیستی کا پردہ مت ڈال۔ ان خیالی پیکروں کو حجاب اور دوری کی علت نہ بنا بلکہ انہیں اپنے جمال کی تجلیات کا آئینہ عطا کر۔ وہم وگمان کی ان تصویروں کو ہماری جہالت اور نابینائی کا ذریعہ نہ بنا بلکہ دانائی اور بینائی کا سرمایہ بنا۔ ہماری مہجوریاں اور محرومیاں ہم ہی سے ہیں۔ ہمیں اپنے حال پر مت چھوڑ بلکہ ہمیں ہم سے علیحدہ کر کے اپنے ساتھ ملا۔

یا رب دل پاک و جان آگاہم دہ
آہ شب و گریۂ سحرگاہم دہ
در راہ خود اول زخودم بیخود کن
آنکہ بیخود بسوی خود راہم دہ

اے رب دل کو پاک کر دے اور روح کو آگاہی عطا فرما
آہ شب اور گریہ صبح عطا فرما۔
اپنی راہ میں مجھے خود سے بیگانہ کر دے اور اس بیگانگی میں اپنی راہ پر لگا دے۔

مسلک

عقائد کے متعلق سلسلۃ الذہب کی شہادت کافی ہے کہ مولانا عبدالرحمن جامیؒ عقائد میں امام ابوالحسن اشعریؒ کے مقلد تھے۔ مولانا جامیؒ کے بارے میں اگرچہ کچھ لوگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ وہ شافعی المسلک تھے لیکن آپؒ کا خاندانی پس منظر اور امام شیبانیؒ کے حوالے سے تعارف آپؒ کے حنفی المسلک ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ سفینۃ الاولیاء میں داراشکوہ نے آپؒ کے شافعی المسلک ہونے کی پرزور تردید

کرتے ہوئے لکھا ہے کہ امام جامیؒ مسلک کے اعتبار سے حنفی تھے۔

حضرت مولانا محمود قواسؒ نے مزید وضاحت کی ہے کہ حضرت مولانا جامیؒ مکہ معظمہ سے شیخ سعید فرغانیؒ کی کتاب 'چہار مذاہب' لائے تھے اور مسائل میں زیادہ احتیاط والے پہلو پر عمل کرتے تھے چنانچہ عورت یا عضو نہانی کے چھو جانے سے تجدید وضو کیا کرتے۔

حضرت مولانا عبدالرحمن جامیؒ کے بارے میں یہ غلط تاثر دینے کی بھی کوشش کی گئی ہے کہ آپؒ شیعہ مائل سنی تھے لیکن یہ مبنی برحقیقت نہیں۔ آپؒ نے ہمیشہ حفظ مراتب کا خیال رکھا' خلفائے راشدین کا تذکرہ عقیدت سے کیا اور اہل بیت پر مقدم رکھا۔ عشرہ مبشرہ کی شان بیان کی اور حضور ﷺ کے چچا ابوطالب کے صاحب ایمان ہونے سے انکار کیا۔ آپؒ نے افراط وتفریط کی بجائے اعتدال کی روش اختیار کی۔ یہی وجہ ہے کہ آپؒ کی سوانح ایرانی سکولوں کے نصاب میں شامل ہے اگرچہ شیعہ نقطۂ نظر سے اس میں قطع وبرید بھی کی گئی ہے۔

معمولات شب وروز

مولانا عبدالرحمن جامیؒ کے شاگرد مولانا لاریؒ لکھتے ہیں:

''حضرت جامی علیہ الرحمۃ والرضوان کا کوئی لمحہ بھی باطنی اشغال سے خالی نہ گزرتا۔ وہ رِجَالٌ لَّا تُلۡهِيهِمۡ تِجَارَةٌ وَلَا بَيۡعٌ عَن ذِكۡرِ اللّٰهِ (ایسے لوگ جنہیں نہ تجارت غفلت میں ڈال دیتی ہے نہ خرید وفروخت اللہ کی یاد سے روکتی ہے) کی مجسم تصویر تھے۔ ان کا ظاہر مخلوق خدا اور باطن حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے ساتھ رہتا۔ وہ کسی کی فتنہ انگیز بات کو درخور اعتنا نہ سمجھتے اور فرماتے کہ طریق خواجگان کا حسن یہ ہے کہ ہر مقام پر ہر کسی کے ساتھ برتاؤ کیا جاسکتا ہے۔''

اپنے بارے میں مولانا جامیؒ فرماتے ہیں کہ ہم جس حال میں بھی ہوتے ہیں' کچھ نہ کچھ غور وفکر کرتے رہتے ہیں۔ آپؒ کا معمول تھا کہ نماز عشاء ادا کرنے کے بعد ایک ساعت جماعت کے ساتھ بیٹھتے' مجلس سے اٹھتے تو ایک ساعت ذکر وفکر میں گزارتے اور فرماتے کہ سونے سے پہلے یہ اشغال بہت اہم ہیں تاکہ ان کی برکت تمام رات رہے۔ اوائل میں بہت کم آرام فرماتے اور کبھی صبح تک مراقبہ اور نوافل میں مشغول رہتے لیکن آخری عمر میں رات کے تیسرے پہر ضرور بیدار ہوجاتے اور نماز اور ذکر وفکر سے دن کا آغاز کرتے۔ فرمایا کرتے کہ صبح کے اذکار و اشغال کی برکت سارا دن رہتی ہے۔ نماز فجر کے لئے دوبارہ وضو کرتے اور نماز سے فارغ ہوتے تو مراقبہ میں چلے جاتے' یہاں تک کہ سورج طلوع ہوکر ایک نیزہ تک آجاتا یعنی اشراق کا وقت ہوجاتا۔ دن کے باقی اوقات مراقبہ' تصنیف وتالیف اور مطالعہ کے علاوہ احباب کے ساتھ مجلس میں گزارتے۔

عموماً قبلہ رو تشہد کی حالت میں بیٹھا کرتے۔ آپؒ کی مجلس میں جو بھی آتا' خواہ وہ کسی قدر انقباض میں آتا' انبساط اور خوشی کی حالت میں لوٹتا۔

عادات شریفہ

حضرت مولانا عبدالرحمن جامیؒ کے حالات کے مطالعہ سے ایک انتہائی پرکشش شخصیت کا نقشہ ابھرتا ہے جس کی ہردل عزیزی کا یہ عالم ہے کہ عوام وخواص اور سلاطین ورعایا' سب میں یکساں مقبول تھے۔ حاجت مندوں کی حاجت روائی فرماتے اور امرا و حکام آپؒ کی سفارشات کی تعمیل اپنی سعادت سمجھتے۔ سلاطین سے تعلقات اور شاہانہ تکریم کے باوجود آپؒ کی شخصیت سے تواضع اور فروتنی ٹپکتی۔ کبھی پیرو مرشد ہونے کا دعویٰ نہیں کیا اور جن باتوں کی تلقین وہ اپنے متعلقین سے کرتے' ان پر خود بھی سختی سے عمل پیرا تھے۔

احباب ملاقات کے لئے آتے تو ہمیشہ تشہد کی حالت میں زمین پر بیٹھتے۔ منفرد اور دلکش لباس زیب تن فرماتے اور اکثر کھلے بازوؤں والی قبا پہنتے۔ کبھی سر پر عمامہ رکھتے اور کبھی نہ رکھتے۔ دوستوں کے اکرام کا یہ عالم تھا کہ جو بھی خدمت میں حاضر ہوتا' ادنیٰ ہوتا یا اعلیٰ' آپؒ بیٹھے رہتے اور اس بات کا انتظار فرماتے کہ وہ خود پہلے اٹھے لیکن اسے اٹھنے کے لئے نہ کہتے۔ کھانے میں کم تر لوگوں کے ساتھ شریک ہوتے۔ حلال وطیب رزق کا خیال رکھتے۔ کوئی چیز مشتبہ نظر آئے تو ہاتھ کھینچ لیتے اور اگر بے خیالی میں کوئی ایسی چیز کھا لیتے تو طبیعت کئی روز تک مکدر رہتی۔

حسِ لطافت

خوش مزاجی وخندہ روئی آپؒ کی شخصیت کا نمایاں پہلو تھا۔محافل میں خود کم گفتگو فرماتے اور احباب کو دعوت دیتے کہ وہ بات کریں۔آپؒ کی گفتگو میں ملاحت کا عنصر غالب ہوتا۔زیادہ باتیں پر لطف اور ولولہ انگیز ہوتیں لیکن درمیان میں خوش طبعی کا بھی اظہار فرماتے۔لطیف پیرائے میں آپؒ کے مزاج کے کئی واقعات تاریخ کا حصہ بن چکے ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپؒ زاہد خشک نہ تھے بلکہ اعلیٰ درجے کا ذوقِ لطافت رکھتے تھے۔

ایک مرتبہ مولانا جامیؒ اپنے شیخ حضرت خواجہ عبید اللہ احرارؒ کی خدمت میں حاضر تھے۔اثنائے گفتگو حضرت خواجہ احرارؒ نے آپؒ کے بالوں کی سفیدی اور کثیر التعداد تصانیف کے حوالے سے ارشاد فرمایا:

''اس علم وعرفان اور تصنیف وتالیف میں آپ نے تو اپنے بال سفید کر لئے ہیں۔''

مولانا جامیؒ نے فی البدیہہ عرض کیا:

پیرانہ سر کشیدم سرور رہ سگانت

موئے سفید کردم جاروب آستانت

آپ کے در کی سگائی کرتے ہوئے میں بوڑھا ہو گیا

آپ کے در پہ جھاڑو دیتے ہوئے میرے بال سفید ہو گئے

خواجہ احرارؒ اس شعر سے اس قدر محظوظ ہوئے کہ آپؒ کو فوراً گلے سے لگا لیا۔

تحفۃ الاحرار میں قصیدہ گو شعراء کی سرزنش کرتے ہوئے 'لاغری' تخلص والے ایک ایسے ہی قصیدہ گو شاعر کی حکایت بیان کرتے ہیں جس نے ایک موٹے امیر خواجہ فربہ کو قصیدہ سنانا شروع کیا تو وہ جان چھڑا کر بلندی پر واقع اپنے محل کی طرف بھاگا۔سانس پھول گیا تو 'لاغری' نے اسے کہا: ایں فربہی است کہ ترا آزار میدہد (یہ موٹاپا ہے جو تجھے تنگ کرتا ہے) خواجہ نے جواب دیا: نہ بخدا از دست لاغری است کہ چنیں در شکنجہ وعذاب افتادہ ام (نہیں خدا کی قسم 'لاغری' کے ہاتھوں اس مصیبت میں آ پھنسا ہوں۔

اس سے قبل زمانہ طالب علمی کے ایک واقعہ کا تذکرہ گزر چکا ہے جس میں آپؒ نے مولانا علی تو شجی کو' جو اپنے ساتھ ایک عجیب سی گٹھری لائے تھے اور آپؒ پر تابڑ توڑ سوالات کئے جا رہے تھے' لاجواب کرنے کے بعد فرمایا: مولانا' آپ کی گٹھری میں اس سے بہتر کوئی شے نہیں تھی۔

اسی طرح بغداد میں پیر جمال عراقی اپنے مریدوں کے ہمراہ آپؒ کے استقبال کے لئے اس حال میں آئے کہ تمام کے لباس اونٹ کی کھال سے بنے ہوئے تھے۔پیر جمال عراقی کی نظر حضرت مولانا جامیؒ پر پڑی تو بے ساختہ بول اٹھے: ''ہم نے جمال الٰہی دیکھا۔'' آپؒ نے برجستہ جواب دیا: ''ہم نے بھی جمال الٰہی دیکھے'' (یعنی خدا کے اونٹ دیکھے)۔

ایک شاعر نے مولانا جامیؒ کو بتایا کہ اس نے دیوان کمال' دیوان حافظ اور صد کلمہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جواب لکھا ہے تو آپؒ نے برجستہ فرمایا: خدا کو کیا جواب دو گے؟

مولانا جامیؒ ایک عالم کی مزاج پرسی کے لئے گئے تو اس نے اپنی دانست میں مسائل تصوف بیان کرنے شروع کر دیئے جو ان کی سمجھ سے بالا تھے۔آپؒ ایسی بے سروپا باتوں کا کیا جواب دیتے' خاموشی سے سنتے رہے۔آپؒ کی واپسی پر اس نے بڑے فخر سے کہا' میں نے تصوف کے بہت گہرے مسائل بیان کئے تھے اور مولانا ''گوش گرفتن'' یعنی خاموشی سے سنتے رہے۔آپؒ کو معلوم ہوا تو فرمایا' اس کی باتوں پر ''گوش گرفتن'' یعنی کانوں کو ہاتھ لگانا چاہیے۔

مولانا جامیؒ کی خوش مزاجی کا یہ رنگ اس عام تصور کی نفی کرتا ہے کہ صوفیا کو خشک مزاج وخشک رو ہونا چاہیے۔مشائخ کے حسِ لطافت کی ایک جھلک حضرت جیؒ کی سوانح ''حیات طیبہ'' میں بھی ملاحظہ کی جا سکتی ہے اور یہی رنگ حضرت امیر المکرم کی محافل میں بھی نظر آتا ہے جہاں پژمردہ چہرے کھل اٹھتے ہیں۔

مولانا جامیؒ کی شخصیت میں خوش مزاجی کا پہلو اس قدر معروف ہوا کہ لوگوں نے آپؒ کے وصال کے بعد بھی کئی دلچسپ واقعات اختراع کر لئے۔ان میں سے ایک حکایت جو وقت وصال سورۃ یٰسین پڑھنے کے بارے میں ہے' اس قدر مشہور ہوئی کہ بعض مورخین نے سچ سمجھتے ہوئے اسے آپؒ کی سوانح کا حصہ بنا ڈالا۔کہا جاتا ہے کہ وقت نزع بھدی آواز والے چند حفاظ صاحبان مولانا جامیؒ کے سرہانے سورۃ یٰسین پڑھنے لگے۔مولانا جامیؒ کی نفاست طبع جب ان کی بھدی آواز کو مزید

برداشت نہ کر سکی تو اچانک گویا ہوئے:

"اب بس بھی کرو کہ جامی مر چکا۔"

یہ اختراع بہت دلچسپ اور خوب ہے لیکن خلاف واقعہ ہے۔ مولانا جامیؒ کے شاگرد مولانا عبدالغفور لاریؒ جو آخری دور میں آپؒ کے ساتھ رہے اور وقت وصال بھی موجود تھے ایسے کسی واقعہ کا تذکرہ نہیں کرتے۔

وصال

عمر کے آخری سال حضرت مولانا عبدالرحمن جامیؒ سے ایسی باتوں کا ظہور ہونے لگا گویا اب وقت جدائی ہے۔ زبان مبارک پر اکثر "بوستان" کے دو شعر جاری رہتے۔

دریغا کہ بے مابسی روزگار　　بروید گل و بشکفد نوبہار

بسی تیر و دی ماہ وارد بہشت　　بیاید کہ ماخاک باشم وخشت

ہائے افسوس ہمارے بعد زمانے میں پھول بھی کھلیں گے اور بہار بھی آئے گی۔

بہار، ساون اور خزاں کے کئی مہینے آئیں گے لیکن ہم خاک و خشت ہو چکے ہوں گے۔

بیماری کے آثار شروع ہونے سے قبل شہر کو خیر باد کہا اور نواحی گاؤں میں چلے گئے۔ قیام طویل ہوا تو احباب پریشان ہوئے اور واپسی کی درخواست کی۔ فرمایا: اب ہمیں ایک دوسرے سے دل اٹھا لینا چاہیے۔ مرض الموت سے تین روز قبل اپنے ایک مرید سے فرمایا:

"تم گواہ رہو! ہمیں کسی سے کسی طرح کی کوئی دل بستگی نہیں۔"

گھر واپس تشریف لائے تو بیمار پڑ گئے۔ چھٹے روز نبض کی حرکت سے معلوم ہو رہا تھا کہ اب دار القرار کی جانب روانگی ہے۔ فرمانے لگے:

"دو سال پہلے بھی ہم نے خود کو نزع کی حالت میں پایا۔ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک عظیم الشان مجلس برپا ہے۔ ہمیں اپنے احوال میں کوئی کدورت محسوس ہوئی تو آیت الکرسی کی تلاوت شروع کر دی جس کی نورانیت سے وہ کدورت جاتی رہی (ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی کی تلاوت مولانا جامیؒ کا معمول تھا)۔"

آپؒ نے یہ واقعہ بیان فرمایا تو احباب نے بھی آیت الکرسی اور سورۃ یٰسین کی تلاوت شروع کر دی۔ تھوڑی دیر بعد آپؒ نے فرمایا:

"ہاں اسی طرح۔"

گویا آپؒ کو کسی امر پر مطلع کیا گیا ہو اور آپؒ اظہار تائید کر رہے ہوں۔ یہ کہتے ہوئے فوراً نماز کا لباس پہنا، ہاتھ سینے پر رکھے اور بلند آواز میں، جیسا کہ آپؒ کا معمول رہا، اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ O پڑھا۔ دو رکعت نماز اس طرح ادا کی گویا مکمل حالت صحت میں ہوں۔ پہلی رکعت میں سورۃ الکٰفرون اور دوسری رکعت میں سورۃ اخلاص تلاوت کی۔ انتہائی سکون کی حالت میں رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً کا نقشہ پیش کر رہے تھے۔ نماز جمعہ کے خطبہ کی اذان ہوئی تو دار فانی سے دار بقا کی طرف روانہ ہو گئے۔ یہ 18 محرم الحرام 898 ہجری کا سید الایام روز جمعہ تھا۔

مولانا جامیؒ کی زندگی میں سلاطین وقت آپؒ کے جلو میں چلنے کو اپنے لئے باعث سعادت جانتے، آپؒ کا جنازہ روانہ ہوا تو وہ اس میں شرکت کو ذریعہ نجات سمجھ رہے تھے۔ یہ جنازہ بھی کسی شاہی سواری سے کم نہ تھا جس میں سلطان خود شریک تھا۔ خواص و عام، امراء و حکام اور عقیدت مندوں کا سیل رواں تھا۔ فرط جذبات سے ضبط کے تمام بند ٹوٹ رہے تھے لیکن اس موقع پر بھی شاہانہ تکریم واحتشام میں بھی کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا گیا۔ آپؒ کے استاد حضرت سعد الدین کاشغریؒ کے جوار میں تدفین ہوئی۔ اس وقت ہرات میں سلطان عقل و دانش کا مزار مرجع خلائق ہے۔

سلطان عقل و دانش جامی کہ یافت درخلد　　از بادہ وصالش ارواح قدس جامی

تاریخ فوت اورا از عقل خواستم گفت　　آہ از فراق جامی آہ از فراق جامی

عقل و دانش کے سلطان جامی نے

جام وصال کے ذریعہ بہشت میں ارواح قدس کو پالیا

میں نے عقل سے اُن کی تاریخ وصال مانگی تو اس نے کہا افسوس جامی جدا ہو گیا، افسوس جامی جدا ہو گیا۔

خواتین کا صفحہ

ام المومنین حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ام فاران، راولپنڈی

نام:۔ حضرت صفیہؓ کے نام کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض روایات میں ملتا ہے کہ آپؓ کا نام زینبؓ تھا۔ زرقانی کی روایت ہے کہ عرب میں مالِ غنیمت کا جو حصہ فاتح سردار کے حصہ میں آئے وہ صفیہ کہلاتا ہے چونکہ وہ غزوہ خیبر کی دوسری عورتوں کے ہمراہ مال غنیمت میں آئی تھیں اور چونکہ حضور اکرمؐ کے نکاح میں آئیں اس لئے صفیہؓ کہلائیں۔ لیکن اس روایت کو معتبر نہیں مانا جاتا کیونکہ عرب میں صفیہ نام کی اور بھی بہت سی خواتین تھیں خود حضورؐ کی پھوپھی کا نام صفیہؓ تھا۔

نسب:۔ حضرت صفیہؓ کو ماں اور باپ دونوں کی طرف سے سیادت حاصل ہے۔ نسب نامہ یہ ہے۔

صفیہؓ بنت حیی بن اخطب بن سعید بن عامر بن عبید بن خزرع بن ابی حبیب بن نضیر بن نحام بن ینحوم

خاندانی پس منظر: ماں کا نام برّہ (یا ضرہ) تھا جو قریظہ کے ایک نامور سردار سموئیل کی بیٹی تھیں۔ گویا حضرت صفیہؓ کے نانا بنی قریظہ کے رئیس تھے اور ان کی شجاعت اور جنگجوئی کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی۔

حضرت صفیہؓ کا والد حیی بن اخطب یہودیوں کے نامور قبیلے کا سردار تھا۔ اور اللہ کے نبی حضرت ہارونؑ کی اولاد ہونے کی وجہ سے اپنی قوم میں بے حد محترم اور معزز تھا۔ قوم اس کی وجاہت کے آگے جھکتی تھی۔

یہ دونوں خاندان (قریظہ اور نضیر) بنی اسرائیل کے ان قبائل میں سب سے ممتاز سمجھے جاتے تھے جنہوں نے زمانہ دراز سے عرب کے شمالی حصوں میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ غرض ننھیال اور ددھیال دونوں طرف سے حضرت صفیہؓ کا شجرہ ایک خاص امتیاز رکھتا تھا۔

نکاح:۔ حضرت صفیہؓ کا پہلا نکاح ایک روایت کے مطابق چودہ برس کی عمر میں سلام بن مشکم القرظی سے ہوا وہ ایک نامور شہسوار تھا لیکن کسی وجہ سے دونوں میں بن نہ آئی اور سلام نے طلاق دے دی اس کے بعد آپؓ کے والد نے آپؓ کا نکاح بنی قریظہ کے ایک مقتدر سردار کنانہ بن ابی الحقیق سے کر دیا وہ خیبر کے رئیس ابورافع کا بھتیجا تھا۔ اور خیبر کے قلعہ القموص کا حاکم تھا۔ (تذکارِ صحابیات)

مسلمانوں کی خیبر پر چڑھائی:۔

اوائل 7 ہجری میں نبی اکرم ﷺ نے یہودیوں کی روز روز کی شرارتوں کا خاتمہ کرنے کے لئے ان کے مرکز خیبر پر چڑھائی کر دی خیبر، مدینہ منورہ کے شمال مغرب میں ایک زرخیز جگہ تھی جہاں یہودیوں نے نہایت مضبوط قلعے بنا رکھے تھے۔ ان کا ارادہ تھا کہ وہ مدینہ پر قبضہ کر کے اسلام کو جڑ سے اکھاڑ پھینکیں۔ اس مقصد کے لئے وہ مدت سے لشکر اور آلاتِ حرب جمع کر رہے تھے اپنی تیاری مکمل کر لینے کے بعد انہوں نے دو اور قبائل بنوغطفان اور بنی اسد کو بھی اس وعدے پر اپنے ساتھ ملا لیا کہ مدینہ فتح کرنے کے بعد نصف نخلستان انہیں دے دیا جائے گا۔

جب نبی کریم ﷺ کو یہود کی ان تیاریوں کا علم ہوا تو آپ ﷺ نے حضرت سباع بن عرفطہ غفاری کو مدینہ کا حاکم مقرر کیا اور خود چودہ سو

صحابہ کرام کے ہمراہ خیبر کی طرف روانہ ہوئے۔ منافقوں کے سردار عبداللہ بن ابی نے مسلمانوں کی روانگی کی اطلاع یہود کو دے دی۔ چنانچہ وہ مقابلے کے لئے تیار ہو کر کھلے میدان میں نکل آئے۔ ان کا خیال تھا کہ مسلمانوں کو خیبر پہنچنے میں کافی دن لگیں گے لیکن اسلامی لشکر حضورؐ کی قیادت میں دن رات سفر کرتا ہوا ایک دن علی الصبح خیبر کے نواح میں پہنچ گیا۔ یہود ششدر رہ گئے کھلے میدان میں لڑنے کی ہمت نہ پڑی تو قلعہ بند ہو کر مسلمانوں پر تیر برسانے لگے۔

مجاہدین نے نہایت پامردی سے مقابلہ کیا اور مردانہ وار لڑتے ہوئے یہود کے تین قلعوں پر قابض ہو گئے۔ یہود کا سب سے مضبوط قلعہ القموص تھا۔ کئی دن گزر گئے لیکن سر توڑ کوششوں کے باوجود یہ قلعہ فتح نہ ہوا۔ آخر ایک دن حضورﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بلا بھیجا۔ وہ آشوب چشم کے عارضہ میں مبتلا تھے۔ لیکن نبی کریمﷺ کے لعاب دہن کی برکت سے انہیں صحت ہو گئی۔

پھر حضورﷺ نے انہیں علم دے کر قلعہ القموص کی تسخیر پہ مامور فرمایا۔ قلعے کا دفاع دو بھائی مرحب اور حارث، جو یہودی سردار تھے کر رہے تھے۔ وہ نامور جنگجو تھے۔ سب سے پہلے حارث حضرت علیؓ کے سامنے آیا۔ اور فنون جنگ میں ماہر ہونے کے باوجود حیدر کرارؓ کی تلوار کا شکار ہو گیا۔ پھر اس کا بھائی مرحب غضبناک ہو کر حضرت علیؓ پر جھپٹا۔ اس کا حشر بھی بھائی جیسا ہی ہوا۔

حضرت علیؓ کی اس عدیم النظیر بہادری سے مسلمانوں میں بے پناہ جوش پیدا ہوا اور انہوں نے پوری قوت سے یہود پر حملہ کر دیا، وہ قلعہ بند ہوئے لیکن مسلمانوں نے قلعہ کے پھاٹک اکھاڑ پھینکے اور قلعہ کے اندر گھس گئے۔ بہت جلد یہود نے ہتھیار پھینک دیئے اور صلح کے طالب ہوئے۔

حضورﷺ نے ان پر رحم فرمایا اور اس شرط پر صلح کر لی کہ زمین ان کے پاس رہے گی البتہ اس کی پیداوار کا نصف وہ مسلمانوں کا دیں گے۔

خیبر میں 93 یہود مارے گئے اور 15 مسلمان شہید ہوئے۔

حضرت صفیہؓ کے خاندان کے سارے افراد میدان جنگ میں کام آئے، مقتولین میں ان کا باپ، بھائی اور شوہر شامل تھے باقی جنگی قیدی بنا لئے گئے اور وہ خود بھی گرفتار ہوئیں۔

جنگ کے بعد تمام قیدی اور مال غنیمت ایک جگہ جمع کئے گئے۔ سیدنا بلالؓ حضرت صفیہؓ اور ان کی بہن کو لے کر آئے۔ رستے میں یہودی مقتولین کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں جن میں ان کے خاندان کے مقتولین کی لاشیں بھی شامل تھیں۔

حضرت صفیہؓ تو چپ کی چپ رہیں البتہ ان کی بہن نے گریہ وزاری شروع کر دی۔ جب حضرت بلالؓ نے ان دونوں کو حضورؐ کی خدمتِ عالی میں پیش کیا تو آپﷺ اس عورت کی گریہ وزاری سے بہت متاثر ہوئے اور حضرت بلالؓ کو مخاطب ہو کر فرمایا، ''بلال تمہارے دل میں ذرا بھی رحم نہیں ان عورتوں کو اس رستہ سے لائے ہوئے جہاں ان کے باپ اور بھائی خاک و خون میں لتھڑے پڑے ہیں۔''

جب مالِ غنیمت تقسیم ہوا تو حضرت دحیہ کلبیؓ نے حضورﷺ سے ایک لونڈی کی درخواست کی آنحضرتﷺ نے انتخاب کی دعوت دی انہوں نے حضرت صفیہؓ کو چنا۔ لیکن بعض صحابہؓ نے عرض کی، ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! صفیہؓ بنی قریظہ اور بنو نضیر کی رئیسہ ہیں، خاندانی وقار ان کے بشرے سے عیاں ہے وہ آپﷺ کے لیئے موزوں ہیں۔''

آپﷺ نے حضرت دحیہ کلبیؓ کو دوسری لونڈی عطا فرمائی اور حضرت صفیہؓ کو آزاد کر دیا۔ نیز انہیں یہ اختیار دیا کہ وہ یا تو اپنے گھر چلی جائیں یا پسند کریں تو آپﷺ کے نکاح میں آ جائیں۔ حضرت صفیہؓ نے حضورؐ کے نکاح میں آنا پسند کیا۔ پس حضورﷺ نے ان سے نکاح کر لیا۔

(بخاری شریف، کتاب الصلوٰۃ)

صہبا کے مقام پر رسم عروسی ادا کی گئی۔ (اصابہ جلد 8،ص 126)

وہیں پر دعوت ولیمہ بھی ہوئی۔ صہبا سے چلتے وقت حضور ﷺ نے انہیں خود اپنے اونٹ پر سوار فرمایا اور اپنی عبا سے ان پر پردہ فرمایا۔ گویا یہ اس بات کا اعلان تھا کہ وہ ازواجِ مطہرات میں داخل ہو گئیں۔

(طبقات، ج 8،ص 86)

حضرت صفیہؓ کی عمر اس وقت سترہ برس تھی۔ اس نکاح کے بعد یہود پھر کبھی مسلمانوں کے ساتھ لڑائی میں شامل نہ ہوئے۔

عام حالات:۔ مدینہ پہنچ کر حضور ﷺ نے حضرت صفیہؓ کو حضرت حارثؓ بن نعمان انصاری کے مکان پر اتارا۔ ان کے حسن و جمال کا شہرہ سن کر انصار کی عورتیں انہیں دیکھنے آئیں ان میں ہی حضرت عائشہؓ بھی شامل ہو گئیں۔ جب وہ دیکھ کر جانے لگیں تو حضور ﷺ انہیں پہچان کر ان کے پیچھے چلے اور حضرت عائشہؓ سے پوچھا:

''عائشہ تم نے اس کو کیسا پایا؟''

بولیں۔ ''یہودیہ ہے۔'' حضور ﷺ نے فرمایا ''یہ نہ کہو وہ مسلمان ہو گئی ہے اور اس کا اسلام اچھا اور بہتر ہے۔''

سیر چشم و فیاض:۔ حضرت صفیہؓ کشادہ دل اور سیر چشم تھیں۔ جب وہ ام المومنین کی حیثیت سے مدینہ منورہ تشریف لائیں اور حضرت فاطمہؓ انہیں دیکھنے آئیں تو انہوں نے اپنے بیش قیمت سونے کے جھمکے کانوں سے اتار کر حضرت فاطمۃ الزہرہ کو دے دیئے اور دیگر خواتین کو بھی کوئی نہ کوئی زیور دیا۔

عمدہ کھانا:۔ آپؓ کھانا بہت عمدہ پکاتی تھیں اور آنحضرت ﷺ کے پاس تحفتاً بھیجا کرتی تھیں۔ حضرت عائشہؓ کے گھر میں انہوں نے آنحضرت ﷺ کے پاس پیالہ میں جو کھانا بھیجا تھا اس کا ذکر بخاری اور نسائی وغیرہ میں آیا ہے۔

☆ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ ''میں نے کوئی عورت صفیہؓ سے اچھا کھانا پکانے والی نہیں دیکھی''

(تذکارِ صحابیات)

آنحضرت ﷺ کی دلجوئی:۔ حضور ﷺ انہیں بہت عزیز رکھتے تھے اور ہر موقع پر ان کی دلجوئی فرماتے تھے۔ ایک بار آپ ﷺ سفر میں تھے ازواجِ مطہرات بھی ساتھ تھیں۔ اتفاق سے حضرت صفیہؓ کا اونٹ بیمار ہو گیا وہ بہت غمگین اور پریشان ہوئیں۔ حضور ﷺ نے خود آ کر دلجوئی فرمائی۔ حضرت زینب بنت جحشؓ کے پاس ضرورت سے زیادہ اونٹ تھے آپ ﷺ نے ان سے کہا ''ایک اونٹ صفیہؓ کو دے دو۔'' حضرت زینبؓ نے ناگواری کا اظہار کیا۔ حضور ﷺ نے اس بات کو اس قدر ناپسند فرمایا کہ دو تین ماہ تک حضرت زینبؓ سے کلام نہ کیا پھر حضرت عائشہ نے بمشکل ان کا قصور معاف کرایا۔

(اصابہ: ج 8،ص 126، بحوالہ ابن سعد)

☆ ایک بار آپ ﷺ حضرت صفیہؓ کے پاس تشریف لے گئے تو وہ رو رہی تھیں۔ آپ ﷺ نے رونے کی وجہ پوچھی تو بولیں، عائشہؓ اور حفصہؓ کہتی ہیں کہ ہم تمام ازواج سے افضل ہیں کہ ہم آپ ﷺ کی زوجہ ہونے کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کی قرابت دار بھی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم نے یہ کیوں نہ کہا کہ ہارونؑ میرے باپ، موسیٰؑ میرے چچا اور محمد ﷺ میرے شوہر ہیں اس لئے تم لوگ کیوں کر میرے سے افضل ہو سکتی ہو۔''

(ترمذی، ص 638، باب فضل ازواج النبی ﷺ)

☆ حضرت صفیہؓ کا خواب۔ حضرت صفیہؓ کے چہرے پر اُبھرے ہوئے نشانات تھے۔ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے پوچھا کہ یہ نشانات کیسے ہیں؟ تو حضرت صفیہؓ نے عرض کیا ''میں نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ آسمان سے چاند ٹوٹ کر میری گود میں آن گرا۔ میں نے یہ خواب اپنے باپ کو سنایا۔ جس سے وہ سخت غضبناک ہوا اور اتنے زور سے میرے منہ

پر تھپڑ مارا کہ میرے چہرے پر اُس کی انگلیوں کے نشانات اُبھر آئے۔ پھر اس نے کہا، "کیا تو ملکہ عرب بننے کے خواب دیکھتی ہے؟"

سفرِ حج:۔ حضرت صفیہؓ کے حالات میں مشہور واقعات میں ایک سفرِ حج بھی ہے۔ جو انہوں نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ کیا تھا۔

سفرِ حج میں وہ سب سے پیچھے رہ گئیں۔ آنحضرت ﷺ آئے تو دیکھا کہ زار وقطار رو رہی ہیں۔ آپ ﷺ نے اپنی ردا اور دستِ مبارک سے ان کے آنسو پونچھے۔ آپ ﷺ آنسو پونچھتے جاتے اور وہ بے اختیار روتی جاتیں۔

(زرقانی، ج3، ص296)

حضور ﷺ سے بے لوث محبت: حضرت صفیہؓ کو آپ ﷺ سے بے حد محبت تھی۔ حضور ﷺ وصال مبارک سے قبل جب سخت علیل ہوئے اور تمام ازواج مطہرات حضرت عائشہؓ کے حجرے میں تشریف لائیں۔ حضرت صفیہؓ نے حضور ﷺ کو دیکھا تو بے چین ہوگئیں۔ اور نہایت حسرت سے بولیں یا رسول اللہ ﷺ! کاش آپ ﷺ کی بیماری مجھے ہو جاتی۔" دیگر ازواج نے ان کی طرف دیکھا تو حضور ﷺ نے فرمایا، "واللہ! وہ سچی ہے۔" (یعنی ان کا اظہارِ عقیدت نمائشی نہیں بلکہ وہ سچے دل سے یہی چاہتی ہیں)

(زرقانی، ج3، ص296 بحوالہ ابنِ سعد)

حق گوئی:۔ حضرت عمر فاروق کے زمانہ خلافت میں حضرت صفیہؓ کی ایک لونڈی نے امیر المومنینؓ سے شکایت کی کہ ام المومنین میں ابھی تک یہودیت کی بو پائی جاتی ہے کیونکہ وہ ابھی بھی یوم السبت (ہفتہ کا دن) کو اچھا سمجھتی ہیں۔ اور یہود سے لگاؤ رکھتی ہیں۔ تحقیق احوال کے لئے خود حضرت عمر فاروقؓ، ام المومنین حضرت صفیہؓ کے پاس تشریف لے گئے۔ انہوں نے جواب دیا۔ "جب سے اللہ نے ہمیں سبت کے بدلے جمعہ کا دن عنایت فرمایا تو مجھے ہفتہ کے دن کو دوست رکھنے کی ضرورت نہیں رہی، ہاں یہودیوں سے مجھے بے شک لگاؤ ہے کہ وہ میرے قرابت دار ہیں اور مجھے صلہ رحمی کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔"

حضرت عمرؓ ان کی حق گوئی سے بہت خوش ہوئے اور واپس تشریف لے گئے۔ ان کے جانے کے بعد حضرت صفیہؓ نے لونڈی کو بلا کر پوچھا "تجھے امیر المومنین کے پاس میری شکایت لگانے پر کس چیز نے اکسایا" اس نے کہا "مجھے شیطان نے بہکا دیا تھا۔ ام المومنین نے فرمایا "جا! میں نے تجھے آزاد کیا"

(اصابہ، ج8، ص127، زرقانی، ج2 ص396)

دردمندی: 35ھ میں خلیفہ سوم حضرت عثمانؓ کے مکان کا مفسدوں نے محاصرہ کرلیا۔ اس موقع پر حضرت صفیہؓ نے ان کی بے حد مدد کی تھی۔ جب حضرت عثمانؓ پر ضروریات زندگی مسدود کردی گئیں اور ان کے مکان پہ پہرہ بٹھا دیا گیا تو ایسے میں حضرت صفیہؓ خود خچر پر سوار ہوکر ان کے مکان کو چلیں، ایک غلام کو ساتھ لے لیا۔ اشترنخعی نے ان کے غلام کو پہچان لیا اور آگے بڑھ کر خچر کو مارنا شروع کردیا۔ چونکہ حالات بگڑے ہوئے تھے۔ حضرت صفیہؓ نے مصلحت سے کام لیا اور فرمایا "تم خچر کو چھوڑ دو میں واپس جاتی ہوں، مجھے رسوا ہونے کی ضرورت نہیں۔"

گھر واپس آکر حضرت امام حسنؓ کو اس خدمت پہ مامور کیا اور وہ حضرت عثمانؓ کے مکان پہ ان کے پاس کھانا اور پانی لے جاتے تھے۔

(اصابہ، ج1، ص127)

وفات:۔ حضرت صفیہؓ نے رمضان المبارک 50ھ میں ساٹھ سال کی عمر میں وفات پائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔

ترکہ:۔ انہوں نے اپنا ذاتی مکان اپنی زندگی میں ہی راہِ خدا میں دے دیا تھا۔ البتہ ترکہ میں ایک لاکھ درہم نقد چھوڑے اور اس کے ایک تہائی کی وصیت اپنے یہودی بھانجے کے لئے کی۔

(زرقانی، ج3، ص296)

لوگوں نے اس کا حصہ دینے میں تامل کیا۔ حضرت عائشہؓ نے سنا تو کہلا بھیجا "لوگو! اللہ سے ڈرو! اور صفیہؓ کی وصیت پوری کرو" ان کے ارشاد کے مطابق تعمیل کی گئی۔

(تذکار صحابیات)

حلیہ:۔ "آپؓ کوتاہ قامت اور حسین تھیں" (مسلم، ج 1، ص548)

اخلاق:۔ حضرت صفیہؓ میں بہت سے محاسن جمع تھے۔ آپؓ نہایت حلیم الطبع، خلیق، کشادہ دل، سیر چشم اور صابر تھیں۔ آپؓ پیکر متانت تھیں۔ غزوہ خیبر میں اپنے یہودا قارب کے پاس سے گزرتے ہوئے آپؓ کی جبین تحمل پر کسی قسم کی شکن نہیں آئی۔

☆اسد الغابہ میں ہے: کانت عاقلة من عقلا النسا/عورتوں میں وہ نہایت عاقلہ تھیں۔

☆زرقانی میں ہے: کانت صفیہؓ، عاقلة، حلیمة، فاضلة/یعنی حضرت صفیہؓ عاقل، فاضل اور حلیم تھیں۔

(ج5، ص49)

آپ کبھی کسی کو سخت جواب نہ دیتیں ہمیشہ صبر و تحمل سے کام لیتیں۔

(زرقانی، ج3، ص296)

فضل وکمال:۔ حضرت صفیہؓ سے چند احادیث مروی ہیں جن کو حضرت زین العابدینؒ، اسحاق بن عبداللہ، مسلم بن صفوان، کنانہ اور زید بن معتب وغیرہ نے روایت کیا۔

(سیرت صحابیات)

دیگر ازواج کی طرح حضرت صفیہ بھی اپنے زمانے میں علم کا مرکز تھیں۔ چنانچہ حضرت صہیرہؓ بنت جیفر حج کر کے حضرت صفیہؓ کے پاس مدینہ آئیں تو کوفہ سے بہت سی خواتین ان کے پاس مسائل دریافت کرنے کی غرض سے بیٹھی تھیں۔ صہیرہؓ کا مقصد بھی یہی تھا۔

ایک فتویٰ نبیذ کے متعلق تھا۔ حضرت صفیہؓ نے سنا تو فرمایا: "اہل عراق اس مسئلہ کو اکثر پوچھتے ہیں۔"

(مسند احمد، جلد 4، ص377)

ضرورت رشتہ

لاہور کی رہائشی ایک لڑکی، خوش شکل، دراز قد، عمر 28 سال، تعلیم M.A کے لئے مناسب رشتہ درکار ہے۔ سلسلہ عالیہ سے وابستہ لوگ مندرجہ ذیل ٹیلیفون نمبر پر رابطہ کریں۔

042-37223170,0321-8650745

دعائے مغفرت

1۔ خانیوال سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی فخر عباس
2۔ اسلام آباد سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی محمد رمضان ایوبی
3۔ مدینہ ٹاؤن خانیوال سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی ڈاکٹر محمد اسلم طاہر
4۔ شورکوٹ جھنگ سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی ماسٹر ظہور احمد کی والدہ محترمہ
5۔ روڈو سلطان جھنگ سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی شفیق احمد کے والد محترم
6۔ روڈو سلطان جھنگ سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی حاجی کبیر کے والد محترم
7۔ روڈو سلطان جھنگ سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی محمد خان ممتاز کے والد محترم

وفات پا گئے ہیں۔ ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی درخواست کی جاتی ہے۔

بچوں کا صفحہ

واقعہ طائف

قسط نمبر 5

خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

تحریر: ع خان، لاہور

حضرت ابو طالب اور حضرت خدیجہؓ کے انتقال کے کچھ ہی عرصہ بعد آپ ﷺ اپنے غلام زید بن حارثہؓ کے ہمراہ طائف کے لئے تشریف لے گئے (طائف مکہ سے جنوب مشرق کی سمت 65 میل کے فاصلے پر واقع ہے)۔ اس شہر کے لوگ بھی اہل مکہ سے بہتر نہ نکلے، انہوں نے آپ ﷺ کی بات ماننے سے انکار کر دیا اور چند اوباش نوجوانوں اور بچوں کو آپ ﷺ کے پیچھے لگا دیا، جنہوں نے آپ ﷺ پر پتھر برسائے جس کی وجہ سے آپ ﷺ کے بدن مبارک سے خون بہہ بہہ کر آپ ﷺ کے نعلین (جوتوں) مبارک میں جم گیا۔ آخر آپ ﷺ ایک باغ میں جا کر ایک درخت کے نیچے تشریف فرما ہوئے۔ اس موقعہ پر اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیلؑ کو بھیجا، انہوں نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ اگر آپ اجازت دیں تو ہم یہ پہاڑ اہل طائف پر گرا دیں۔

بچو! اللہ کریم نے حضرت جبرائیلؑ کو اجازت لینے کے لئے اس لئے کہا کہ اللہ تعالیٰ کو یہ علم تھا کہ نبی اکرم ﷺ سب انسانوں سے بے پناہ محبت کرتے ہیں، ایسا نہ ہو کہ یہ عذاب دیکھ کر آپ ﷺ کا قلب اطہر اتنی زیادہ تکلیف محسوس کرلے جتنی کہ پتھروں سے لہولہان ہو کر بدن مبارک نے محسوس نہ کی ہو۔ اور پھر واقعی آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی کہ اس قوم پہ عذاب نازل نہیں کریں کیونکہ اِن لوگوں نے پتھر اپنے طور محمد بن عبداللہ پر برسائے ہیں محمد رسول اللہ پر نہیں۔ یعنی یہ کہ وہ لوگ یہ جانتے ہی نہیں کہ آپ ﷺ اللہ کے نبی بھی ہیں۔ آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ ہوسکتا ہے کہ اِن کی آئندہ نسلیں مسلمان ہوجائیں۔ اس موقعہ پر آپ ﷺ نے اللہ کریم سے مدد کی دعا بھی مانگی، جو دعاءِ طائف کے نام سے مشہور ہے۔ اتنے میں باغ کے مالک کے دو بیٹوں عتبہ اور شیبہ نے آپ ﷺ کو دیکھا، اگرچہ انہیں یہ معلوم تو نہ تھا کہ یہ مبارک ہستی کون ہے لیکن انہوں نے اپنے غلام عداس کو بلا کر کہا کہ پلیٹ میں انگوروں کا ایک خوشہ رکھ کر انہیں پیش کرو، سو عداس نے ایسا ہی کیا۔ آپ ﷺ نے انگور کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھی تو عداس نے کہا کہ اس شہر کے لوگ تو ایسا کچھ نہیں پڑھتے۔ تب آپ ﷺ نے اس سے پوچھا کہ تم کہاں کے ہو تو اس نے بتایا کہ وہ نینویٰ کا رہنے والا ہے۔ اس پر نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے نیک بندے یونسؑ بن متّیٰ (اللہ تعالیٰ کے ایک نبیؑ کا نام) کے گاؤں کے ہو۔ اس غلام عداس نے حضرت یونس علیہ السلام کا نام سن رکھا تھا سو اس نے پوچھا کہ آپ ﷺ یونس (علیہ السلام) کے بارے میں کیا جانتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ میرے بھائی ہیں وہ بھی نبی تھے اور میں بھی نبی ہوں۔ یہ سنتے ہی عداس آپ ﷺ کے ہاتھ پاؤں چومنے لگا۔

بچو! جب آپ ﷺ طائف سے مکہ واپس تشریف لا رہے تھے تو راستے میں رات پڑ گئی سو آپ ﷺ نے رات بطن نخلہ میں قیام فرمایا۔ آپ ﷺ اپنے اس قیام کے دوران نماز میں قرآن پاک کی تلاوت فرما رہے تھے کہ نینویٰ کے سات یا نو جن وہاں سے گزرے اور کلام اللہ سن کر ٹھہر گئے جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہو چکے تو وہ جنات ظاہر ہوئے۔ آپ ﷺ نے اُن کو اسلام کی طرف دعوت دی اور وہ سب بے توقف مسلمان ہو گئے اور انہوں نے اپنی قوم کو جا کر اسلام کی دعوت دی۔

(جاری ہے)

10 جون 2013

شیخ المکرم کی مجلس میں سوال اور اُن کے جواب

سوال: لوگ قربانی نہیں کرتے اُس کی جگہ گیارہویں شریف کی نیاز کرتے ہیں؟

جواب: یہ لوگوں کا فیصلہ ہے میاں! قربانی تو اللہ نے واجب فرمائی ہے ان لوگوں پر جو حج پر جاتے ہیں اور وہ قربانی کرتے ہیں اور یہ نعمت بطفیل نبی رحمت ﷺ ساری امت کو عطا کر دی گئی کہ جو حج پر نہیں جاسکتے وہ کم از کم قربانی کی سعادت سے تو بہرہ ور ہوں۔ قربانی کا مفہوم محض جانور ذبح کرنا نہیں ہے لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَ لَا دِمَآؤُهَا وَ لٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى (الحج: 37) جانوروں کا خون اور گوشت اللہ کو نہیں چاہیے کہ وہ اللہ کی بارگاہ میں پہنچ جاتا ہے یا اللہ خون بہانا چاہتا ہے بلکہ وہ کیفیات قلبی اللہ کی بارگاہ میں مقبول ہوتی ہیں جو قربانی کرتے وقت عطا ہوتی ہیں۔ قربانی کیا تھی؟ کامل اتباع کا اظہار تھا۔ کہ اسماعیلؑ جیسا بچہ، جس کی پیشانی میں نور نبوت تھا اور جو حضور ﷺ کے نور نبوت کا امین بھی تھا، آخری عمر میں عطا ہوا اور پھر اُسے ذبح کرنے کا حکم ہوا تو وہ بچے کی محبت، اس کا حسن، اس کا سارا پیار اللہ کی اطاعت سے ابراہیمؑ کو نہ روک سکا۔ اور انہوں نے ان کی گردن پہ چھری چلادی تو گویا دنیا کی ساری نعمتیں، دنیا کی ساری محبتیں، دنیا کی ساری چیزیں اللہ کے حکم کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتیں ایک خود سپردگی کی کیفیت ہوتی ہے کہ اے اللہ! میں تیرا بندہ ہوں اور تیری ہی اطاعت میرا مقصدِ حیات ہے۔ تو یہ ایک بہت بڑی سعادت ہے۔ تو اللہ کریم نے تمام امت کو اس میں شامل فرما دیا اور بطفیل نبی کریم ﷺ حضور ﷺ کی سنت مبارکہ بنا کر امت پر واجب قرار دے دیا۔ ضروری ان کے لیے ہے جو حج کرتے ہیں۔ اُن پہ واجب ہو جاتی ہے۔ دوسرا کوئی کرتا ہے تو وہ اُس کیفیت میں شامل ہو جاتا ہے۔ ہر نیک عمل میں اپنے انوارات اور اپنی کیفیات ہوتی ہیں۔ تو جب ابراہیمؑ نے سگے بیٹے کی قربانی کی تو ایک تو ان کے بدلے جنت سے دنبہ بھیجا گیا۔ یہ اعزاز ہے اُن کا عنداللہ۔ ذبیح اللہ اور خلیل اللہ کی عظمت کتنی ہے؟ دوسرا اُس پر جو رحمتیں متوجہ ہوئیں، وہ انوارات اور برکات جو رحمت الٰہی کی اُس کیفیت پر ابراہیمؑ پر اور اسماعیلؑ پر وارد ہوئیں، اس کا کوئی حصہ، کوئی عشر عشیر، کسی قربانی کرنے والے کو بھی نصیب ہو جائے۔ قربانی کا مقصد یہ ہے کہ جب وہ جانور ذبح کرتا ہے۔ تو اُس پر ایک کیفیت، کامل اطاعتِ الٰہی کی ہو اور کرم الٰہی کی کوئی چھینٹ اس پر بھی پڑ جائے۔ اب یہ گیارہویں شریف اور تیرہویں شریف اور چالیسواں شریف یہ اسلامی احکام نہیں ہیں۔ یہ معاشرے کی رسومات ہیں اور رسومات احکام شرعی کا متبادل نہیں ہو سکتے۔ کل کو کوئی کہے میں نماز نہیں پڑھتا اور میں جلسہ کرادوں گا۔ تو وہ جلسہ جو ہے خواہ وہ شرعی بھی ہو اس میں دین کی تبلیغ بھی ہو سارا نیکی پر مبنی بھی ہو لیکن وہ نماز کا متبادل تو نہیں ہو سکتا۔ تو گیارہویں شریف کی تو کوئی اصل ہی نہیں ہے یہ تو جعلی پیر صاحبان نے کھانے پینے کے لیے بنالی ہیں اور وہ تماشہ کرتے رہتے ہیں اس میں ان کے لیے پیسے جمع ہو جاتے ہیں بوریاں کی بوریاں نوٹوں کی لے جاتے ہیں تو لوگوں کو اُس کام پر لگائے رکھتے ہیں گھر سے تو دیتے کچھ نہیں۔ لوگوں کو کہتے ہیں تم دو تمہیں ثواب ملے گا۔ ثواب ہے تو کچھ گھر سے بھی دو۔ سارا جمع کر کے غرباء میں بانٹ دو۔ تو پیر صاحب کو لے کر ثواب ملتا ہے، مریدوں کو دے کر ثواب ملتا ہے۔ یہ ایک نرالا فعل ہے۔ تو یہ کاروباری دھندے ہیں ان کا دین سے کوئی تعلق نہیں۔ ویسے اس لحاظ سے بدعتی بڑے اچھے لوگ ہیں کہ یہ پیروں کو مزے بڑے کراتے ہیں۔ پچھلی دفعہ برطانیہ میں گیارہویں شریف پر پیر صاحب نے ملکہ کی بگھی جو ہے بادشاہوں کی وہ کرایے پر لی۔ انگریز بھی بڑی عجیب قوم ہے یہ بڑے کاروباری لوگ ہیں۔ وہ ماں بیٹی کو بھی بیچ کھاتے ہیں۔ جہاں سے کوئی

چیز ملتی ہے کرائے پر دے دیتے ہیں۔ پچاس ہزار پونڈ میں انہوں نے شاہی بگھی کرائے پر دے دی۔ اُس میں پیر صاحب بیٹھے۔ اُس کے آگے وہ سارا جو اسکواڈ ملکہ کے ساتھ ہوتا ہے گھڑ سوار اور سپاہی (بھی ساتھ تھا)، یہ وہ پیر صاحب بیٹھے تھے۔ مرید پیچھے سڑکوں پر دھکے کھا رہے تھے۔ پیسے سارے مریدوں نے دیے۔ بگھی کے جھولے پیر صاحب لے رہے تھے اور یہ اعلان کر رہے تھے کہ اگلے سال ہیلی کاپٹر بھی کرائے پر لیں گے وہ اوپر سے پھول بھی برسائے گا۔ پیر صاحب بندے کھرے تھے یہ بھی فرما دیا کہ لوگو! پیسے تم ہی نے دینے ہیں۔ اب یہ دین کا کون سا شعبہ ہے اور اس میں دین کی کون سی سربلندی ہے۔ اور دین کے کون سے رکن پہ عمل ہو رہا ہے۔ یہ ساری کھانے پینے کی باتیں ہیں۔ دکانداری ہے جو چیز جتنی قیمتی ہوتی ہے اس کی اتنی نقلیں بنائی جاتی ہیں، وہ بک جاتی ہیں، پیسہ آتا ہے۔ دین اللہ کی امانت ہے اور دنیا میں سب سے زیادہ قیمتی چیز دین ہے۔ ساری دنیا بھی قربان کرنی پڑے تو تو دین کے ایک رکن پر کی جاسکتی ہے اور وہ رکن نہیں چھوڑا جاسکتا کیونکہ دنیا کی کوئی قیمت دین کے مقابلے میں پرکاہ کی بھی نہیں ہے۔ تو لوگوں نے دین کے بدلے دنیا جمع کرنے کے بہانے بنا لیے ہیں کہ دیگیں پک رہی ہیں، گیارہویں شریف! کونسا رکن ہے بھائی! کیا نبی کریم ﷺ کیا کرتے تھے؟ کیا صحابہ کرامؓ کرتے تھے؟ دین تو موروثی آیا۔ توارث سے آیا۔ کیا تابعینؒ، تبع تابعینؒ کرتے تھے؟ تو ان کو دین کا رکن بنانے کی بجائے یہ کہہ دیا جائے کہ بھئی کھانا پکا کر غریبوں کو دو۔ اللہ راضی ہوگا ثواب ہوگا تو شاید اس کی بہتر صورت بھی نکل سکے۔ لیکن رسومات جو ہیں یہ دین کا متبادل نہیں ہوسکتیں بلکہ میدان حشر میں اس کا پتہ چلے گا۔ ارکانِ دین کے مقابلے میں رسومات جاری کرنے والوں کا کیا حشر ہوگا۔ کوئی ایسا فعل جو حضور ﷺ سے، صحابہؓ سے، متقدمین سے ثابت نہ ہو وہ بدعت ہے نبی کریم ﷺ کا ارشاد دین ہے۔ جو فعل آپ ﷺ نے کیا وہ دین ہے جو بات سن کر حضور ﷺ نے قبول فرمالی کہ فلاں بندے نے ایسا کیا یہ بھی دین ہے۔ جس بات کا حضور ﷺ نے ارادہ فرمایا اور اُس وقت حالات ایسے تھے کہ وہ کام نہ ہوسکا، بعد میں اسے کر لینا دین ہے۔ جیسے تراویح کی باجماعت نماز حضور ﷺ نے تین دن پڑھائی اور چھوڑ دی کہ دل تو کرتا ہے کہ روز پڑھاؤں لیکن ڈرتا ہوں کہ تم پر فرض ہوگئی تو مشکل پڑ جائے گی۔ بعد میں سیدنا فاروقِ اعظمؓ نے فرمایا! حضور ﷺ نے اسے باجماعت کرانے کا ارادہ فرمایا تھا لہٰذا اسے باجماعت پڑھا جائے چونکہ اب تو کوئی وحی آنے والی نہیں۔ فرض قرار دینے والی نہیں تو ارادۂ نبوی ﷺ بھی دین ہے۔ لیکن کوئی ایسی چیز جو اس سب میں شامل نہیں اور آپ اُسے دین اور ثواب سمجھیں کہ ایسا کرنا ثواب ہے۔ تو یہ بدعت ہے۔ اور ہر بدعت سنتِ رسالت ﷺ کو گرا کر بنتی ہے۔ اب عنداللہ اس کا کیا ہوگا؟ یہ اُن لوگوں کو خود سوچنا چاہیے۔

سوال: موجودہ بینکنگ نظام، جیسا کہ میزان بینک یا دوسرے اسلامی بینک ہیں وہ درست ہے یا نہیں؟

جواب: اسلامی بینکنگ نظام اور بلاسودی نظام، اس کے لیے ہم نے ہی جدوجہد کی اور اس کی بنیاد ہی ہم نے ڈالی تھی اور حکومت نے مل کر ہمارے ساتھ طے کیا تھا کہ بلاسودی نظام ہم جاری کریں گے لیکن انہوں نے ایک تالاب تو بھر دیا لیکن ایک مرا ہوا کتا بھی اُس میں ڈال دیا۔ اب اصول یہ ہے کہ آدھے سے زیادہ یعنی پچاس سے زیادہ یعنی اکاون پرسنٹ یا کچھ حصہ نیشنل بینک کا ہوتا ہے۔ باقی سارے پرائیویٹ بینکوں کے حصص ہوتے ہیں۔ غالب حصہ قومی بینک کا ہوتا ہے۔ تو قومی بینک سارا سود پہ چلتا ہے تو اگر آدھا تالاب ناپاک ہے تو آدھا پاک ہوگا؟ تو اس کا میں کیا فتویٰ دے سکتا ہوں؟ میں تو مفتی بھی نہیں ہوں لیکن ان بینکوں کے جو ذمہ داران یا جو اُن میں کام کرتے ہیں، ساتھی بھی بہت ہیں جو ان میں کام کرتے ہیں تو جو میں نے اُن سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ ہمیں نیشنل بینک ہی فیصلہ کر کے دیتا ہے کہ اس سال اتنے پرسنٹ منافع دے دو۔ اس سال اتنے، کبھی دو روپیہ بڑھا دیتا ہے کبھی دو کم کر دیتے ہیں ہم مجبور ہیں ویسا ہی کرتے ہیں تو یہ اندر تو کالک ہی ہے اوپر چونا لگا ہوا ہے اسلامی بینکنگ کے لیبل لگے ہوئے ہیں جو میری تحقیق ہے۔ میرے پاس بھی آتے ہیں وہ سارے بینکوں والے کہ جی ہمارا اسلامی نظام ہے آپ ہمارے ساتھ اپنے اکاؤنٹ رکھیں۔ میں نے کہا! یار میں تو اس سے باز آیا آپ جانیں آپ کا کام، تو نام تو ان کے اسلامی ہیں لیکن کام اُن کے غیر اسلامی ہیں جو میری تحقیق ہے اس سے زیادہ کسی کی تحقیق ہو تو اپنی تحقیق کے مطابق عمل کرے۔ میری معلومات ہیں۔ میری معلومات یہی ہوتی ہیں اخبار، ٹی وی یا پھر ساتھیوں سے مل کر مجھے پتہ چلتا ہے۔

سوال: حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے بہت سی کرامات منسوب ہیں اور جو

مشہور العام ہیں وہ تو قصے کہانیاں ہیں کرامات نہیں ہیں۔

سوال: ولی کی کرامت ہوتی کیا ہے؟

جواب: اللہ کے نبی علیہ السلام کو معجزہ عطا کیا جاتا ہے بطور نبوت کی دلیل اور شہادت کے۔ جب کفار سے مقابلہ آتا ہے وہ نبوت کا انکار کرتے ہیں یا نبوت کی دلیل مانگتے ہیں تو اللہ کا نبیؐ وہ معجزہ بطور دلیل پیش فرماتا ہے اور یہ ضروری نہیں کہ بعثت کے وقت سارے معجزات عطا کر دیئے جاتے ہیں۔ کچھ بعثت کے وقت بھی عطا ہو جاتے ہیں۔ کچھ جب ضرورت پڑتی ہے اللہ کریم عطا فرما دیتے ہیں۔ ولی کی کرامت نبیؐ کے معجزے کی فرع ہوتی ہے۔ نبی کو براہِ راست اللہ کریم عطا فرماتے ہیں ولی کو باتباع نبیؐ کرامت عطا کرتے ہیں۔ معجزہ اللہ کا فعل ہوتا ہے صادر نبیؐ کے ہاتھ پر ہوتا ہے۔ اُسے نبی کا معجزہ کہتے ہیں۔ ہوتا ہے اثباتِ حق کے لئے۔ محض عجائبات دکھانے کے لئے نہیں ہوتا ہے۔ حق کو غالب کرنے کے لئے ہوتا ہے۔ ولی کی کرامت چونکہ معجزہ کی فرع ہوتی ہے۔ اس لئے ولی کی کرامت بھی احقاقِ حق کے لئے یعنی حق کو حق ثابت کرنے کے لئے ہوتی ہے۔ باطل کے مقابلے کے لئے ہوتی ہے۔ تو کرامت کا یہ مطلب نہیں کہ محض عجائبات نظر آتے رہیں اور لوگ پیچھے لگ جائیں اور تماشا بن جائے یہ مطلب نہیں ہوتا۔ شعبدہ اور کرامت میں یہی فرق ہوتا ہے کہ شعبدہ باز جو کمال دکھاتا ہے وہ لوگوں کو مسخر کرنے کے لئے اور خود کو لوگوں میں بڑا بنانے کے لئے کرتا ہے۔ ولی کی کرامت جو ہوتی ہے وہ دین کے غلبے کے لئے ہوتی ہے اور باطل کو باطل ثابت کرنے کے لئے ہوتی ہے۔ تو کوئی ایسا کام جو عقل کو عاجز کر دے اور اسباب ظاہری سے ممکن نہ ہو، کسی ولی کے ہاتھ پہ صادر ہو اور تب صادر ہو جب کفر، اسلام کا مقابلہ ہو، اسلام کو غالب کرے، اُسے کرامت کہتے ہیں۔ ہر عجیب بات کرامت نہیں ہوتی۔ بعض باتیں بڑی عام سی ہوتی ہیں ہمیں ان کی سمجھ نہیں آتی تو ہم اُسے کرامت کہہ دیتے ہیں۔ تو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے کرامات مشہور ہیں۔ آپؒ صاحبِ کرامت بزرگ تھے۔

سوال: یہ جو بات عرفِ عام میں بہت مشہور ہے کہ آپؒ کا قدم مبارک، قیامت تک آنے والے تمام اولیاء کرام کی گردن پر ہے۔ اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: یہ "قیامت تک" کو کسی نے بعد میں شامل کر دیا۔ قیامت تک کی بات نہیں۔ اُن کے زمانے میں جو مراقبات ان کے تھے وہ انہیں کے تھے کسی دوسرے کو نصیب نہیں تھے۔ اُن کے مقابلے میں شائد کسی اور کو نصیب نہیں تھے۔ مجھے صحیح یاد نہیں ہے لیکن عالم حیرت، عالمِ امر کے کسی دائرے میں جا کر اُن کا وصال ہوا اور بہت بلند مقام ہے۔ سارے عرش گزر کر عالمِ خلق ختم ہو کر عالم امر شروع ہوتا ہے۔ تو اُس وقت یہ بات درست ثابت ہوتی تھی کہ اُن کے برابر مراقبات کسی میں نہیں ملتے۔ کتابوں میں بھی کوئی ایسا تذکرہ نہیں ملتا اور دوسرے ذرائع سے بھی یہ پتہ چلتا ہے کہ اُن کے منازل تک کوئی ولی اللہ اُن کے زمانے میں نہیں تھا۔ قیامت تک تو اللہ کی بڑی مخلوق آئے گی اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کی گئی کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ کی اُمت تو قیامت تک چلے گی تو اُن میں اگلے لوگ آپ ﷺ کے قریب والے لوگ، زیادہ قریب والے لوگ یا نزدیک تر لوگ بہتر ہوں گے یا بعد میں آنے والے میں بھی کوئی اچھے لوگ ہوں گے۔ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: کہ میری اُمت کی مثال اُس بارش کی ہے جو جم کر برستی ہے کبھی تیز ہوتی ہے کبھی آہستہ ہوتی ہے لیکن جب ختم ہوتی ہے تو ہر طرف جل تھل ہو جاتا ہے۔ بندہ اندازہ نہیں کر سکتا کہ جو پہلے برسی وہ زیادہ تھی یا جو بعد میں برسی وہ زیادہ تھی۔ تو مراد غالباً حضور ﷺ کی یہ تھی کہ ہر طرح کے لوگ ہر زمانے میں ہوتے رہیں گے۔ قرآن کریم نے بھی تین درجے بیان کئے ہیں۔ بہت اعلیٰ بلند درجے والے، پھر اصحاب راست، دائیں ہاتھ والے اور پھر تیسرا درجہ نافرمانوں کا، بائیں ہاتھ والے، تو پہلے درجے میں فرمایا ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِينَ ○ وَقَلِيلٌ مِّنَ الْآخِرِينَ ○ (سورۃ الواقعہ: 13، 14) کہ پہلے درجے میں بھی گروہ در گروہ صحابہ کرامؓ، تابعین، تبع تابعین، پہلے طبقے کے لوگ ہوں گے لیکن کچھ لوگ آخر زمانے کے بھی ہوں گے۔ جو اس سے پہلے درجے میں پہنچیں گے۔ تو جب تک اللہ کی کائنات، یہ دنیا، یہ نظام باقی ہے ساری چیزیں چل رہی ہیں۔ ہر شخص اپنے عہد میں ہوتا ہے۔ جیسے حضرت مریمؑ کے لئے فرمایا گیا کہ آپؑ کائنات کی عورتوں میں افضل ترین ہیں۔ تو اس کے بارے بھی علمائے کرام اور مفسرین کرام لکھتے ہیں کہ یہ افضلیت ان کے عہد کے لئے تھی ورنہ بعد میں حضور ﷺ مبعوث ہوئے، ازواجِ مطہرات بھی آئیں۔ تو ہر زمانے کی بات ہوتی ہے تو یہ بات حضرت عبدالقادر جیلانیؒ بارے حضرت کا اپنے زمانے کی ہے۔

گزشتہ سے پیوستہ

حقوقِ والدین

مولانا عاشق الٰہی بلند شہری کی کتاب "حقوقِ والدین" سے مرتب کیا گیا

ماں باپ کے علاوہ دوسرے رشتہ داروں سے حُسنِ سلوک کرنے کا حکم

حدیثِ مبارکہ نمبر 33

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اپنے (خاندانی) نسبوں کو معلوم کرو، جن (کے جاننے) سے تم اپنے عزیزوں کے ساتھ صلہ رحمی کر سکو گے، کیونکہ صلہ رحمی خاندان میں محبت کا ذریعہ بنتی ہے، اور صلہ رحمی مال بڑھنے کا سبب ہے اور اس کی وجہ سے عمر زیادہ ہو جاتی ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۲۰ از ترمذی شریف)

تشریح:۔ اس حدیثِ مبارکہ میں اوّل تو یہ حکم فرمایا کہ اپنے والدین کے خاندان کے نسبوں کو معلوم کرو، یعنی یہ جاننے کی کوشش کرو کہ رشتہ داری کی شاخیں کہاں کہاں تک ہیں، اور کون کون شخص دور یا قریب کے واسطے سے ہمارا کیا لگتا ہے، پھر اُس کا شجرہ نسب جاننے کی ضرورت بتائی، اور وہ یہ صلہ رحمی کا اسلام میں بہت بڑا مرتبہ ہے، اور صلہ رحمی ہر رشتہ دار کے ساتھ درجہ بدرجہ اپنے مقدور کے مطابق کرنی چاہئے، لہٰذا یہ جاننا ضروری ہے کہ کس سے کیا رشتہ ہے، اس کے بعد صلہ رحمی کے تین فائدے بتائے۔

اوّل: یہ کہ اس سے کنبہ اور خاندان میں محبت رہتی ہے، جب ہم رشتہ داروں کے یہاں آئیں جائیں گے، اُن کے دُکھ سُکھ کے ساتھی ہوں گے، روپے پیسے سے یا کسی اور طرح سے اُن کی خدمت کریں گے تو ظاہر ہے کہ اُن کو ہم سے محبت ہوگی، اور وہ بھی ایسے ہی برتاؤ کی فکر کریں گے، اگر ہر فرد صلہ رحمی کرنے لگے تو پورا خاندان حسد اور کینہ سے پاک ہو جائے، اور سب راحت و سکون کے ساتھ زندگی گذاریں،

دوم: یہ کہ صلہ رحمی کی وجہ سے مال بڑھتا ہے،

سوئم: یہ کہ اس وجہ سے عمر بڑھتی ہے، ماں باپ کے ساتھ حُسنِ سلوک کرنے کے فضائل میں بھی یہ دونوں باتیں گذر چکی ہیں، اور دونوں بہت اہم ہیں، صلہ رحمی کی وجہ سے اللہ جل شانہٗ راضی ہوتے ہیں (اگر کوئی شخص اس کو اسلامی کام سمجھ کر انجام دے) اور دنیاوی فائدہ بھی پہنچتا ہے، اگر مال بڑھانا ہو تو اُس کے لئے جہاں دوسری تدبیریں کرتے ہیں ان کے ساتھ اُس کو بھی آزما کر دیکھیں، دوسری تدبیروں کے ذریعہ اللہ جل شانہٗ کی طرف سے اضافہ مال کا وعدہ نہیں، اور صلہ رحمی اختیار کرنے پر اس وعدہ ہے،

نیز عمر زیادہ ہونے کے لئے بھی صلہ رحمی نسخہ اکسیر ہے، اللہ جلّ شانہٗ کی طرف سے اس کا بھی وعدہ ہے، اچھے اعمال سے آخرت میں کامیابی اور بُرے اعمال سے آخرت میں ناکامی ایسا کھلا ہوا مسئلہ ہے جس کو سب ہی جانتے ہیں، لیکن نیک اعمال سے دنیا میں جو منافع اور فوائد حاصل ہوتے ہیں اور ان کے ذریعہ جو مصائب دور ہوتے ہیں اور بُرے اعمال کی وجہ سے جو آفات اور تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے بہت سے لوگ اس سے واقف نہیں، اگر واقف ہیں بھی تو اس کو اہمیت نہیں دیتے اور دنیاوی تدبیروں کے لئے ہی دوڑتے پھرتے ہیں، اور چونکہ بد اعمال میں بھی مبتلا رہتے ہیں اس لئے دنیاوی تدبیریں ناکام ہوتی ہیں، اور نہ صرف یہ کہ مصیبتیں دور نہیں ہوتی بلکہ نئی آفتیں اور مصیبتیں کھڑی ہوتی رہتی ہیں، ماں باپ کے ستانے اور دوسرے رشتہ داروں کے ساتھ قطع رحمی کرنے کا وبال دنیا میں سامنے آ جاتا ہے، اور

آخرت میں جو عذاب ہوگا وہ اس کے علاوہ ہوگا پس جس طرح والدین کا ستانا اور قطع رحمی کرنا دنیا و آخرت کے وبال اور عذاب کا باعث ہے اسی طرح والدین اور دیگر رشتہ داروں کے ساتھ حُسن سلوک اور صلہ رحمی کرنا مال اور عمر بڑھنے کا ذریعہ ہے، جن اعمال کی جو خاصیت اللہ پاک نے رکھی ہے وہ اپنا رنگ ضرور لاتی ہیں، اگرچہ صاحبِ اعمال مقبول بندہ بھی نہ ہو، اور اُس کے عمل کا آخرت میں ثواب بھی نہ مل سکے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ خاندان کے لوگ جب آپس میں صلہ رحمی کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اُن پر رزق جاری فرماتے ہیں، اور یہ لوگ رحمٰن کی حفاظت میں رہتے ہیں،

اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جن اطاعات کا بدلہ جلد دے دیا جاتا ہے اُن میں سب سے زیادہ جلدی بدلہ دلانے والا عمل صلہ رحمی ہے، اور اس عمل کا یہ نفع یہاں تک ہے کہ ایک خاندان کے لوگ فاجر یعنی بدکار ہوتے ہیں پھر بھی اُن کے مالوں میں ترقی ہوتی رہتی ہے، اور اُن کے افراد کی تعداد بڑھتی رہتی ہے جب وہ صلہ رحمی کرتے ہیں، اور (یہ بھی فرمایا کہ) جلد سے جلد عذاب لانے والی چیز ظلم اور جھوٹی قسم ہے، پھر فرمایا کہ جھوٹی قسم مال کو ختم کر دیتی ہے اور رحم کو بانجھ کر دیتی ہے، اور آباد شہروں کو کھنڈر بنا دیتی ہے،

(یہ روایات درمنثور ص ۱۷۷ ج ۴ میں مذکور ہیں)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب مالِ غنیمت کو گھر کی دولت بنا لیا جائے (یعنی امراء اور اصحابِ مناصب ہی اُس پر قابض ہو جائیں اور مستحقین کو نہ دی جائے) اور امانت کو مالِ غنیمت سمجھ لیا جائے (یعنی امانت میں خیانت کر کے اُسے اپنی چیز سمجھ کر کام میں لانے لگیں) اور زکوٰۃ کو تاوان سمجھا جانے لگے، اور (دینی) علم غیر کے لیے سیکھا جائے اور مرد اپنی بیوی کی اطاعت کرے اور ماں کی نافرمانی کرے اور دوست کو قریب کرے، اور باپ کو دور کرے، اور مسجدوں میں آوازیں بلند ہونے لگیں، اور قبیلہ کا سردار فاسق اور قوم کا ذمہ دار وہ شخص بن جائے جو اُن میں سب سے زیادہ رذیل ہو، اور انسان کا اکرام اُس کے شر کے خوف سے کیا جائے، اور گانے والی عورتیں اور گانے بجانے کے سامان ظاہر ہو جائیں، اور شرابیں پی جانے لگیں اور اس اُمت کے لوگ اگلے لوگوں پر لعنت کرنے لگیں تو اُس وقت سُرخ آندھی اور زلزلہ کا اور زمین میں دھنس جانے کا اور صورتیں مسخ ہو جانے کا اور آسمان سے پتھر برسنے کا انتظار کرو، اور ان نشانیوں کا انتظار کرو جو پے در پے اس طرح ظاہر ہوں گی جیسے کسی لڑی کا دھاگہ ٹوٹ جائے اور اس کے دانے ایک دوسرے پر جلدی جلدی گرنے لگیں،

(رواہ الترمذی شریف)

اس حدیث شریف میں مذکورہ عذاب لانے والی جن چیزوں کا ذکر ہے ان میں یہ بھی کہ "مرد اپنی بیوی کی اطاعت کرے اور اپنی ماں کی نافرمانی کرے اور دوست کو قریب کرے اور باپ کو دور کرے ...." دوسرے معاصی کے ساتھ یہ وبا بھی بہت عام ہو رہی ہے کہ لوگ اپنی بیوی کے ایسے غلام ہو جاتے ہیں کہ اس کے سامنے والدہ کی کوئی حیثیت ہی نہیں سمجھتے، ماں کو خود بھی ایذاء دیتے ہیں اور بیوی ماں کو ستائے اور زبان درازی کرے، تکلیف دے تو اُس کو بھی خوشی سے برداشت کرتے ہیں اسی طرح دوستوں کی خاطر مدارات اور دلداری خوب بڑھ چڑھ کر کرتے ہیں، اور بوڑھے باپ کی خدمت تو کیا کرتے اس کے وجود کو مصیبت سمجھتے ہیں ہر وقت دوستوں میں مشغول ہیں مگر باپ کے پاس پھٹکتے بھی نہیں، نہ باپ کی بات مانتے ہیں، نہ اس کی خدمت کرتے ہیں اور بہت سے جاہل، ماں باپ سے کام لیتے ہیں، سرداروں کی طرح حکم چلاتے ہیں اور علاماتِ قیامت میں جو یہ وارد ہوا ہے کہ عورتیں ایسی اولاد جنیں گی کہ اولاد ان پر سرداری کرے گی آج کل یہ پیشنگوئی نا ہنجار اولاد کے ذریعہ پوری ہو رہی ہے، ان حالات میں اگر مصیبتیں آئیں اور آفتوں کے پہاڑ ٹوٹیں تو کیا تعجب ہے؟ واللہ الہادی الموفق

حدیثِ مبارکہ نمبر 34

ترجمہ: حضرت ابو رمثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے بیان فرمایا کہ میں حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں پہنچا، تو آپ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تو اپنی ماں کے ساتھ اور اپنے باپ کے ساتھ اپنی بہن کے ساتھ اور اپنے بھائی کے ساتھ حُسن سلوک کر، اُن کے بعد ترتیب وار جو رشتہ دار زیادہ

قریب ہوں اُن کے ساتھ حُسنِ سلوک کر۔ (مستدرک ص 151، ج 4)

تشریح:۔ اس حدیثِ پاک میں ماں باپ کے حُسن سلوک کے ساتھ بہن بھائی کے ساتھ حُسن سلوک کرنے کا بھی حکم فرمایا ہے، اور پھر فرمایا کہ یعنی ان کے بعد دوسرے رشتہ داروں کے ساتھ حُسن سلوک کرو، اور اُن میں قریب تر پھر قریب تر کا دھیان کرو، مطلب یہ ہے سب رشتے برابر نہیں ہوتے، کسی سے رشتہ قریب کا ہے کسی سے دُور کا، اور قریبی رشتہ داروں میں بھی کوئی زیادہ قریب ہوتا ہے کوئی کم قریب ہوتا ہے، اور یہی حال دور کے رشتوں کا ہے، تم حُسن سلوک اور صلہ رحمی میں رشتہ کے قُرب اور بُعد کے اعتبار سے حُسنِ سلوک اور صلہ رحمی کرو، قریب تر کو ترجیح دو، پھر جو اُس سے قریب ہو اُس کو دیکھو، اور اسی طرح خیال کرتے رہو، یہ فرق مال کے خرچ کرنے میں ہے، سلام کلام میں تو کسی سے بھی دریغ نہ کریں، قطع تعلق تو عام مسلمانوں سے بھی حرام ہے، اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں سے کیسے درست ہوسکتا ہے، عام حالات میں اپنے عزیزوں پر جو کچھ خرچ کرے گا ثواب پائے گا لیکن بعض حالات میں اُن رشتہ داروں کا خرچ واجب ہوجاتا ہے جو محرم ہوں، جس کی تفصیل کُتبِ فقہ میں موجود ہے، اور علماء سے معلوم ہوسکتی ہے،

بہت سے لوگ بہن بھائی کے ساتھ ظلم اور زیادتی کرتے ہیں، یہ حدیث مبارکہ اُن کے لئے نصیحت ہے، بہن بھائی کا رشتہ ماں باپ کے رشتہ کے سبب سے ہے، اس کی رعایت بہت ضروری ہے، اُن کے ساتھ حُسن سلوک اور صلہ رحمی کرنے کا خاص خیال رکھنا چاہئے، لیکن برعکس دیکھتے ہیں کہ کبھی بڑے بہن بھائی چھوٹے بھائی بہن پر اور کبھی چھوٹے بھائی بہن بڑے بھائی بہن پر ظلم وزیادتی کرتے ہیں، اپنے پاس سے ان پر خرچ کرنے کی بجائے خود اُن کا مال دبا لیتے ہیں ماں باپ کی میراث سے جو حصّہ ملتا ہے اُس کو ہضم کرجاتے ہیں، والد کی وفات ہوگئی، اور بڑے بھائی کے قبضہ میں سارا مال اور جائیداد ہے، اب اس کو اپنی ذات پر اور اپنی بیوی بچوں پر میراث تقسیم کئے بغیر خوب خرچ کرتا ہے، اور چھوٹے یتیم بہن بھائی کو دو (2) چار (4) سال کھلا پلا کر پوری جائیداد سے محروم کردیا جاتا ہے یہ بچّے جب ہوش سنبھالتے ہیں تو پورا مال خرچ ہوچکا ہوتا ہے، اور جائیداد بڑے بھائی یا بڑے بھائی کی اولاد کے نام منتقل ہوچکی ہوتی ہے، یہ قصے اکثر پیش آتے رہتے ہیں، اور خصوصاً جہاں دو (2) ماں کی اولاد ہو وہاں تو ترکہ بانٹنے کا سوال ہی نہیں اُٹھنے دیتے، ہر ایک بیوی کی اولاد کا جتنے مال و جائداد پر قبضہ ہوتا ہے، اس کو دوسری بیوی کی اولاد کو دینے کے لئے تیار نہیں ہوتے، ہر فریق لینے کا مدعی ہوتا ہے، انصاف کے ساتھ دینے کے حق میں نفس کو راضی نہیں کرتا، یہ بڑی قطع رحمی ہوتی ہے اور بہنوں کو تو ماں باپ کی میراث سے کوئی ہی خاندان دیتا ہے، ورنہ اُن کا حصّہ بھائی ہی دبا لیتے ہیں، جس میں دینداری کا لیبل لگانے والے بھی پیچھے نہیں ہوتے، بعض لوگ معاف کرانے کا بہانہ کرکے بہنوں کا حق میراث کھا جاتے ہیں، بہنوں سے کہتے ہیں کہ اپنا حصّہ ہمیں دے دو، وہ یہ سمجھ کر کہ ملنے والا تو ہے ہی نہیں، بھائی سے کیوں بگاڑ کیا جائے اوپر کے دل سے کہہ دیتی ہیں کہ ہم نے معاف کیا، ایسی معافی شرعاً معتبر نہیں، ہاں اگر اُن کا پورا حصّہ اُن کو دے دیا جائے اور مالکانہ قبضہ کرادیا جائے، پھر وہ نفس کی خوشی اور بشاشت کے ساتھ کل یا بعض حصّہ کسی بھائی کو ہبہ کردیں تو یہ معتبر ہوگا۔

حدیثِ شریف میں یہ جو فرمایا کہ ماں باپ اور بہن بھائی کے بعد ترتیب وار جو رشتہ دار زیادہ قریب ہوں ان کے ساتھ حُسن سلوک کرو، اس کا مطلب یہ ہے کہ جس سے جس قدر رشتہ داری زیادہ قریب ہو اُسی قدر اُس کے ساتھ صلہ رحمی اور حُسن سلوک کا خاص خیال رکھو، صلہ رحمی کے یہ معنی نہیں کہ مال ہی سے خدمت کیا کرو، بلکہ مال خدمت کرنا، ھدیہ دینا، آنا جانا، غم اور خوشی میں شریعت کے مطابق شریک ہونا، ہنستے کھیلتے ہوئے، اچھے طریقہ پر ملنا خیر خیریت معلوم کرنا، اگر دُور ہوں تو خط لکھتے رہنا یہ سب صلہ رحمی اور حُسن سلوک ہے، اُن میں اکثر چیزوں میں تو مال خرچ بالکل ہی نہیں ہوتا، اور دلداری ہوجاتی ہے پس حسبِ موقع اور حسبِ حال جس طرح کی صلہ رحمی ہوسکے کرتے رہیں۔

خالہ کا اکرام واحترام

حدیث مبارکہ نمبر 35

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم

کی خدمت میں ایک شخص آیا اور اُس نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ میں نے بہت بڑا گناہ کیا ہے، کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا تیری والدہ زندہ ہے؟ عرض کیا نہیں، فرمایا کیا تیری کوئی خالہ زندہ ہے؟ عرض کیا جی ہاں زندہ ہے، فرمایا پس تو اُس کے ساتھ حُسن سلوک کر۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۲۰ از ترمذی شریف)

تشریح:۔ اس حدیث شریف میں خالہ کے ساتھ حُسن سلوک کرنے کا حکم دیا گیا ہے، دوسری حدیث میں فرمایا ہے کہ خالہ ماں جیسی ہے (بخاری شریف) وہ اپنی بہن کی اولاد کو ماں کی طرح دیکھتی اور سمجھتی ہے، اور ماں جیسی شفقت کا برتاؤ کرتی ہے، فقہاء نے لکھا ہے کہ ماں کی موت یا طلاق کے بعد بچّہ کی پرورش کی حق دار خالہ ہے، اس کا حق دادی اور بہن سے بھی پہلے ہے، اور وجہ اس کی وہی شفقت ہے، والدہ کی موجودگی میں بھی خالہ سے ملنے جلنے کا اور اس کے ساتھ حُسن سلوک اور صلہ رحمی کا برتاؤ کرنا چاہئے، اور والدہ کی موت کے بعد بھی بلکہ والدہ کی موت کے بعد خالہ کے ساتھ زیادہ حُسن سلوک کا خیال رکھے، کیوں کہ وہ ماں کی جگہ ہے، ایک کبیرہ گناہ کے کفارہ کے لئے حضور اقدس ﷺ نے خالہ کے ساتھ حُسن سلوک کرنے کا حکم دیا کہ ماں نہیں ہے تو ماں کی بہن ہی کے ساتھ حُسن سلوک اور صلہ رحمی کر کے اللہ تعالیٰ سے گناہ کی بخشش کرا لو، خالہ کے علاوہ والدہ کے واسطہ سے رشتہ دار ہوں اُن کے ساتھ بھی صلہ رحمی کرتے رہیں، نانا، نانی، اور اُن کے اولاد اور اولاد کی اولاد اُن سب کے ساتھ صلہ رحمی کا برتاؤ کرتے رہیں،

رضاعی والدہ کا اکرام واحترام

حدیث مبارکہ نمبر 36

ترجمہ:۔ حضرت ابو الطفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے بیان فرمایا کہ میں نے حضور اقدس ﷺ کو دیکھا، آپ ﷺ مقام جعرّ انہ میں گوشت تقسیم فرما رہے تھے، اسی موقعہ پر ایک عورت آ گئی، یہاں تک کہ حضور اقدس ﷺ کے قریب پہنچ گئی، آپ ﷺ نے اُس کے لئے اپنی چادر مبارک بچھادی، جس پر وہ بیٹھ گئی، یہ ماجرا دیکھ کر میں نے (کسی سے) کہا کہ یہ کون ہے؟ اس پر لوگوں نے بتایا کہ یہ آپ ﷺ کی (رضاعی) والدہ ہے جس نے آپ ﷺ کو دودھ پلایا تھا۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۲۰ از ابوداؤد)

تشریح:۔ اس حدیثِ پاک سے رضاعی والدہ یعنی جس عورت کا والدہ کے علاوہ دودھ پیا ہو، اس کے ساتھ اکرام واحترام اور حُسن سلوک کے ساتھ پیش آنے کی اہمیت معلوم ہوئی، شراح حدیث شریف نے لکھا ہے کہ یہ خاتون جو حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی تھیں حلیمہ سعدیہؓ تھیں، جو آپ ﷺ کو بہت چھوٹی عمر میں مکہ مکرمہ سے دیہات میں اپنے قبیلہ بنی سعد میں لے گئی تھیں، اور آپ ﷺ کو دودھ پلایا تھا اور کئی سال اپنے پاس رکھ کر آپ ﷺ کی پرورش کی تھی، انھیں نے اسلام قبول کیا تھا یا نہیں؟ اس میں سیرت نگاروں کا اختلاف ہے، تاہم حدیثِ پاک سے دُودھ کے رشتہ کا احترام کرنے کا پتہ چلتا ہے، دودھ کا رشتہ بھی نسب کے رشتہ کی طرح سے ہے، کسی عورت کا دُودھ پینے کی وجہ سے وہ سب رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو نسب میں حرام ہوتے ہیں (الِا ماستثنیٰ من ذالک) پس جو کسی عورت کا دودھ پی لے اُس کے ساتھ اور اُس کے شوہر کے ساتھ اور اُس کی اولاد وغیرہ کے ساتھ حُسن سلوک سے پیش آنا چاہئے اور اُن کی خیر خبر رکھنی چاہئے۔

قطع رحمی کا وبال

حدیث مبارکہ نمبر 37

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا بیان ہے کہ میں نے حضور اقدس ﷺ کو فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ اس قوم پر رحمت نازل نہیں ہوئی جس میں کوئی شخص قطع رحمی کرنے والا موجود ہو۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۲۰ از بیہقی)

تشریح:۔ جس طرح صلہ رحمی سے اللہ پاک کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوتی ہیں، اسی طرح قطع رحمی کی وجہ سے اللہ جل شانہٗ اپنی رحمت روک لیتے ہیں، اور یہی نہیں کہ صرف قطع رحمی کرنے والے سے بلکہ اس کی پوری قوم سے رحمت روک لی جاتی ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ جب ایک شخص قطع رحمی کرتا ہے تو دوسرے لوگ اس کو صلہ رحمی پر آمادہ نہیں کرتے، بلکہ خود بھی اس کے جواب میں قطع رحمی کا برتاؤ کرنے لگتے ہیں،

حدیثِ مبارکہ نمبر 38

ترجمہ:۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لفظ رحم لیا گیا ہے لفظ رحمٰن سے (جو اللہ جل شانہٗ کا نام ہے) پس اللہ جل شانہٗ نے فرمایا کہ (اے رَحِم) جس نے تجھے جوڑے رکھا (یعنی تیرے حقوق ادا کئے) میں اُس کو (رحمت کے ساتھ اپنے سے) ملالوں گا اور جس نے تجھے کاٹ دیا میں اس کو (اپنی رحمت سے) کاٹ دوں گا (یعنی رحمت کے دائرہ سے الگ کر دوں گا)۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۱۹ از بخاری شریف)

تشریح:۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ یعنی قطع رحمی کرنے والا جنت میں داخل نہ ہوگا (بخاری شریف) معلوم ہوا کہ قطع رحمی کی سزا دنیا و آخرت دونوں میں بھگتنی پڑتی ہے، بہت سے خاندانوں میں برسہا برس گذر جاتے ہیں، اور آپس کے تعلقات ٹھیک نہیں ہوتے، آپس میں قتل و خون تک ہو جاتے ہیں، اور مقدمہ بازی تو روزانہ کا مشغلہ بن جاتا ہے بھائی بھائی کچہری میں دشمن بنے کھڑے ہوتے ہیں، کہیں چچا بھتیجے دست و گریبان ہو رہے ہیں، کہیں بھائی بہن میں نفاق ہے، ایک نے سکنائی جائیداد دبالی ہے، دوسرے نے زرعی زمین پر قبضہ کر لیا ہے، لڑ رہے ہیں اور مر رہے ہیں، نہ سلام ہے نہ کلام ہے آمنا سامنا ہوتا ہے تو ایک دوسرے سے منہ پھیر کر گذر جاتے ہیں بھلا ان چیزوں کا اسلام میں کہاں گذر ہے، اگر صلہ رحمی کے اصول پر چلیں تو ہر لڑائی فوراً ختم ہو جائے لیکن ایسا نہیں کرتے اور اُن کی آپس کی قطع رحمی کے نتائج آنے والی نسلوں تک کو بھگتنے پڑتے ہیں۔

ضرورت رشتہ

ہماری بیٹی، تعلیم: ایم اے، عمر: 30 سال، قد: 5 فٹ 4 انچ، نیک سیرت، سلیقہ شعار کے لئے برسرروزگار تعلیم یافتہ لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ والدین اس نمبر پر رابطہ کریں۔

0333-1936572

ماہنامہ المرشد میں اشتہار دینے کے خواہشمند متوجہ ہوں

جو حضرات اپنے یا اپنی کمپنی کے لیے ماہنامہ المرشد میں اشتہار شائع کروانا چاہتے ہیں وہ سرکولیشن مینجر ماہنامہ المرشد لاہور سے رابطہ کریں۔

دفتر: ماہنامہ المرشد۔ 17 اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور۔ فون: 042-35180381

پریس سیکرٹری کی ضرورت

دارالعرفان منارہ میں پریس سیکرٹری (Press Secretary) کی ضرورت ہے۔ متعلقہ تعلیم و تجربہ کا حامل ہو۔ معقول ماہانہ مشاہرہ، رہائش و طعام ادارے کے ذمہ ہوگا۔

رابطہ:۔ 0543-562200, 562198
E-Mail: darulirfan@gmail.com,

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝۲۲
ترجمہ: اور بلاشبہ ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لیے آسان کر دیا تو کوئی ہے جو نصیحت حاصل کرے

اکرم التراجم

قدرت اللہ کمپنی کے تیار کردہ دیدہ زیب قرآن پاک
شیخ المکرّم امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی
کا تحریر کردہ آسان اور عام فہم زبان میں اردو ترجمہ

اب آپ ہماری ویب سائیٹ www.naqashbandiaowasia.com پر بھی پڑھ سکتے ہیں
شیخ المکرّم کے تازہ ترین بیانات ہر جمعہ کی شام ہماری ویب سائیٹ www.oursheikh.org پر سن سکتے ہیں

منجانب: صاحبزادہ عبدالقدیر اعوان ایڈمنسٹریٹر دارالعرفان منارہ 0543-562200

توسیع مسجد دارالعرفان منارہ

آج سے 32 سال قبل جس مسجد کا سنگ بنیاد حضرت مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ نے رکھا تھا آج وہ پوری دنیا کیلئے تصوف کا مرکز بن چکی ہے، یہ وہی قافلہ ہے جسے اس کے میر کارواں نے نہایت مجاہدے سے شروع کیا اور یہ رواں دواں ہے توسیع کا سنگ بنیاد

حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی نے

جمعۃ المبارک بمطابق 25 مئی 2012ء کو رکھا

مسجد دارالعرفان کے توسیعی منصوبے پر کام جاری ہے اور یہ تکمیل کے مراحل میں ہے اس کی تعمیر میں دل کھول کر حصہ لیں اور آخرت کے لئے زاد راہ تیار کریں

مسجد کے ہال میں بیک وقت 4500 نمازیوں کی گنجائش موجود ہوگی۔

اگر کوئی ساتھی اس مسجد میں اپنے ایک مصلیٰ کا ہدیہ (جو تقریباً 15 ہزار روپے پاکستانی) اندازہ کیا گیا ہے جمع کروانا چاہے تو دارالعرفان مرکز یا ضلعی امراء سے رابطہ کر سکتا ہے

منجانب: مرکزی دفتر دارالعرفان منارہ تحصیل کلر کہار ضلع چکوال

THe Identity of a Believer

Translated Speech of SHEIKH UL MUKARRAM (MZA)

From Previous Month

Dated:2-12-2013

It is our habit to criticise others, rather we should scrutinize our own selves.These daily sessions of Zikr, meditations and all other worships, are for establishing a relationship with Allah and the Holy Prophet-saws; and thabur hearts, minds, and every cell of our bodiesmay attain such a level ofobedience that due compliance to the Commandments of Allah-swt and His Messenger-saws becomeour foremost priority. It is for transforming our character and actions positively.

Most of our companions of Zikr ask each other to check what their spiritual stations are, or how manyMuraqbaat they have attained. In reality there is no need to ask others. You can become your own judge and see how much your heart, mind, body and soul has adhered to theSunnah; that will indicate your spiritual attainments and stations. Your own character reflects the reality of your spiritual stations and your Muraqbaats, because your spiritual attainments must have an effect upon your character and your actions, and apart from that everything else is an illusion. Practically speaking, your spiritual attainments are only those which compel you to the obedience of the Holy Prophet-saws. You can see in your conductfrom morning to bedtime how much was according to the Sunnah. You can evaluate how much of your earning is halal and pure and how much is haram or impure. If every action is according to Shariah, then nobody can match your spiritual attainment. However any shortcoming is a weaknesses; work hard to improve it.

May Allah-swt give us the capacity to act upon HisCommandments. Each word of the Holy Quran is priceless and we need to pay special attention to the above Verses. The Commandments of Allah-swtshould not raise any questions in our mind or heart, ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ or even in a single cell of our body. فِي أَنفُسِهِمْ Within us exists a vast world and within this world there should not be any disagreement over any Commandment of Allah-swt and the Holy Prophetswas. May Allah-swt accept everybody's hard work! May Allah-swt forgive our mistakes! May Allah-swt make obedience to the Holy Prophet-saws easier for us!

Holy Prophet (saws)'saying: "Certainly Qiamat will not be established till there remains in the world even a single person who remembers Allah."

have been in comfort this is not how it goes. Allah has His own ways of running this world and His obedient servants face hardships. Everyone goes through the natural experiences of health and sickness, of childhood, youth and old age, It is a Divine System and Allah knows how to run it. He sends misfortuneas well as happiness. Even the Prophets (SA) fall sick and regain health. The noble servants of Allah fall sick and regain health. It is incorrect to say that Allah's noble servants are the ones who get more hardships. I wonder who gave this idea.

This is a divine and universal System which involves the erite creation Even animals fall sick and get wellSo will you then start, believing that it was because of Allah's displeasure? Animals are not bound by responsibility So they do not face such accountability, It is a divine system in which every one goes though different circumstances.We experience sometimes the result of our own conduct, and sometimes purely from Allah. When Allah's noble servants go through any hardship they bear it without grief and their hearts feel and experience joy in it. They are rewarded for this patience as they bear the hardships because, they believe that these are sent by Allah. They are granted higher levels of nearnessto Allah, as aresult

A worldly person when put to hardships acts differently, he begs others for help, or pins his hopes on fellow beings and the hardship becomes a painful experience for him. This is the difference between the response given to hardships by Allah'sservants and a worldly person. Hawever every one has his own destiny and fate.

Health and good or bad fortune is a seperate system. It is not conditional with worship that since you have offered five prayers the food you ate should have been digested well. Or since you have offered your prayers you must now get facilities for free for e.g., you must now get cooked food without effort.

Had this been the case the entire world would have enjoyed good food without making any efforts.

This is a futilequestion.

(To be continued)

Dated:1st June 2013

TRANSLATED QUESTION OF COMPANIONS AND ANSWERS OF

HAZRAT AMEER MUHAMMAD AKRAM AWAN(MZA)

Q.1. What is the difference between the Chastity or Innocence (ISMAT) of the Prophets (AS) and the angels?

Ans: This is a strange question. I think you are aware of the fact that angels do not have,"nafs" or soul that desires, like the humans. An Angel neither feels hungry nor sleepy; nor does he have a wife nor childern. I think you have asked this question for the sake of asking, otherwise you must be knowing that the Prophets(AS) are human beings, they are the children of Prophet Adam (AS). They have souls, they eat and drink, they sleep, they feel tired and can get wounded and even martyred. All these qualities are non existent in an Angel, because human beings are a different species and Angels are another. How can you compare the two?

Prophets (AS) have all the human attributes which other humans enjoy however in spite of this they are pure of errors. They do not commit sin or disobedience because of this Purity or Chastity which is their charactriestic. How can an Angel be compared with them, when he does not have any soul (nafs); he has no urge to eat or sleep or procreate. So how come you made this comparison?

Q2:- Many pious people are often seen facing hardships. Whereas now a days it is a common notion that when Allah is pleased with some one , he is saved from worldly grief and trials. How can one attain the pleasure of Allah? And how can the hardships and sorrows be eased?

Ans: Had this been the rule then nobody would have opted to be a disbeliever and the entire world would

they would cook their own food. The locals were not informed of the visit. If the word did get out, the locals were discouraged to visit for meetings or to bring them food. In that initial era, one did not expect the hospitality that the Makhdoom family now extends to visitants.

Maulana Nazeer Ahmed Makhdoom, who was from this areaand had been tutored by HazratJi rua during his Manazarah era, in Manazarah debates. He had assisted HazratJi rua in presenting references from books during a few Manazaras and was assigned the responsibility of taking notes in the 1956 Kaloowal Manazara. This Maulana was associated with a Deobandi school of thought, who, in their defiance of Bidah (innovations) and Shirk (polytheism) had rejected (the concept of) the Life in Barzakh, including the life of the Holy Prophet saws, and did not avail of the personal visit and reconciliatory efforts of esteemed Qari Muhammad Tayyib, the Administrator of Deoband. During his education, he had heard Hazrat Ji rua mentioning certain events like: This event happened like this on the Badr battlefield, or such and such Sahabi was asked this question by the Holy Prophet saws and he gave this answer. However, despite being an admirer of Hazrat Ji rua the Maulana would start having doubts in his heart.

In 1958, he was appointed a teacher in Dar ul Mublagheen Sargodha, but his condition was that he even ignored his Fajr and Isha Salah. His father advised him to establish a connection with a Man of Allah, so that this condition may change, so he went and made Bai'at, one after the other, at three different Sufi establishments but this had no effect and dejectedly he told his father that there was no one in the world who could change his condition. His father encouraged him and told him that the earth was not devoid of the Men of Allah swt, and that he should go to the Mazaar of Makhdoom Burhan ud Deen rua in Changaranwala and read the Holy Quran and then making the Istikhara prayer, ask for guidance from Allah swt.

(To be continued)

Silsilah. Then the Heavens witnessed this truth. In the 1964 Ijtema' at Langar Makhdoom, Hazrat Ji rua was accompanied by only about a dozen Ahbab, but in the 1983 Ijtema', they came in the thousands and no parking could be found for the buses and cars near the Mazaar and special arrangements had to be made in the areas adjacent to the village of Langar Makhdoom.

After visiting the Mazaar of Hazrat Ghauth Baha ul Haq rua, Hazrat Ameer ul Mukarram-mza and Raja Muhammad Yousuf also went to pay their respects at the Mazaar of Shah Rukun ud Deen Alam rua. Here the situation they encountered was somewhat different. The Saint was amazed at how these two personalities had entered Barzakh, and in place of a warm reception a condition of perplexity was noted. When Raja Muhammad Yousuf stated this to Hazrat Ameer ul Mukarram-mza, he placed his finger on the grave and said, "Hazrat, we have not come to get beneficence from you. As far beneficence, our cane-carrying landlord Shaikh is enough for us." When Hazrat Ji rua's name was mentioned, situation changed at once and the Saint became extremely affectionate and attentive, and said, "I did not know that you belong to his Silsilah. Ask him to pray for my further progress."

By 1965, the numbers of Ahbab had grown considerably but as usual the Ahbab were responsible for their own food. On the morning of 7th September when this three day Ijtema' ended, the Ahbab were startled to see the unusual spectacle of warplanes flying past so close to the Mazaar. At this time they were not aware that India had attacked Pakistan on the 6th of September and found out only when they reached Sargodha. On the way back Hazrati rua spent a night at the Joharabad Masjid of Maulana Abdul Haq and gave the Ahbab there a considerable amount of his time.

The Conventions of Langar Makhdoom were usually convened in September/October. In scheduling the program the moonlit nights were kept in mind so that for activities at Tahajjad the moonlight of the last quarter may be available. Due to difficulties of logistics, initially very few Sathis were invited and

Hayat-e-Javidan Chapter 20

A Life Eternal (Translation)

CONGREGATIONS

continued From Previous Month

Immediately the thought crossed Maulana Abdul Haq, 'This is the same old 'game' of Kashf. Within that second he saw a falling star that descended straight into the grave, and with it Baba Ramzan stated, 'Yes he has returned.'

Although Maulana's Qalb was in the grip of doubts, perhaps his sincere longing produced results. After this 'sighting' not only did Allah swt grant him strength of belief but also spiritual vision. Allah swt's ways are wondrous indeed! The person who presented the Maulana to Hazrat Qutb rua and who became the means of his spiritual sight was Baba Ramzan, who was himself an illiterate and a simple villager!

This year Hazrat Ji rua had specifically instructed that no Sathi should go to Langar Makhdoom (the village) and no one be told of his visit, but Hakim Bashir made this mistake. When he went into the village to drink tea, the Makhdoom family got to know of Hazrat Ji rua's arrival and people started coming to meet him. Hazrat Ji rua expressed his annoyance and curtailed the Ijtema' after only two nights stay.

After the Ijtema', Hazrat Ameer ul Mukarram-mza and Raja Muhammad Yousuf made a program to visit Multan. When they asked for Hazrat Ji rua's permission, he said, "When you pay a visit to Hazrat Ghauth Baha ul Haq rua, present him my Salaams." It may be remembered Hazrat Ji rua covered the Path from the 4th to the 9th Arsh in the company of Hazrat Ghauth Baha ul Haq rua. When Hazrat Ji rua's Salaams were presented Hazrat Ghauth rua was extremely happy and said that Allah swt would give unprecedented success to the

Muharram 1435h

November 2013

ماہنامہ المرشد

مَا عَمِلَ آدَمِيٌّ عَمَلًا اَنْجٰى لَهٗ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ مِنْ ذِكْرِ اللّٰهِ

No other action of any man is greater than the zikr of Allah for his salvation against the torment of the grave.

Endeavour to dedicate every moment and breadth to Allah SWT. His Blessings are boundless. It will lead to success in this world and in the life hereafter

Hazrat Sheikh ul Mukaram
Ameer Muhammad Akram Awan MZA

MONTHLY AL-MURSHID PS/CPL # 15
17-AWASIA SOCIETY-COLLEGE ROAD, TOWN SHIP LAHORE

HASSAN II MOSQUE IS LOCATED IN MOROCCO

www.QuranTafseer.net

الحمدللہ کوشش کی گئی ہے کہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے حوالے سے تمام کتابیں اور آڈیو وڈیو بیانات کو آپکی سہولت کے لیے ایک جگہ پر اکٹھا کر دیا جائے اور تازہ جمعہ بیانات بھی آپ فوراسن سکیں۔ویب سائیٹ کی اینڈرائیڈ ایپلیکیشن بھی موجود ہے

آپ اپنے اینڈرائیڈ موبائل میں پلے سٹور سرچ میں جا کر نیچے دیئے گئے الفاظ لکھ کر آسانی سے یہ ایپلیکیشن سرچ کر کے انسٹال کر سکتے ہیں۔

اس ویب سائیٹ اور ایپلیکیشن سے آپ یہ سب کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔

1-مفسّر، مترجّم ومفکّرِ قرآن حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمۃ اللہ علیہ کی آڈیو، وڈیو اور تحریری تینوں طرح کی مکمل 30 پارہ اردو تفسیر اور مکمل 30 پارہ پنجابی تفسیر آڈیو وڈیو۔ 2-مشکوٰۃ شریف احادیث کی تشریح آسان ترین انداز میں آڈیو اور وڈیو بیانات۔3- اگر آپ کو قرآن ناظرہ پڑھنا نہی آتا یا آپ نے قرآن پڑھنا بہت پہلے سیکھا مگر اب صحیح تلفظ سے نہی پڑھ سکتے تو اب آپ دس دس منٹ کی کچھ وڈیوز دیکھ کر ناظرہ قرآن روانی سے پڑھنا سیکھ سکتے ہیں۔4-اس زمانہ کے سب سے مشہور 4 قاری صاحبان قاری مشری صاحب قاری السدیس صاحب قاری عبد الباسط صاحب اور قاری عادل الکلبانی صاحب کی آواز میں پورے قرآن کی آڈیوز سن سکتے ہیں۔5-حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمۃ اللہ علیہ کا نعتیہ کلام 6-ذکر کرنے کا ایسا طریقہ جس سے آپ کا دل اور جسم کا ہر ذرہ اللہ کا ذکر کرنے لگے مکمل تفصیلات موجود۔ 7- پچھلے دس سال کے سالانہ اور ماہانہ روحانی اجتماعات آڈیو وڈیو بیانات کا خزانہ 8-اسلامی سوال جواب ٹی وی پروگرام المرشد کی تمام آڈیوز وڈیوز۔

9-سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کی تمام کتابیں اور 1981 سے آج تک کے تقریبا تمام المرشد میگزین پی-ڈی-ایف میں ڈاؤن لوڈ کے لیے موجود۔ جلسوں، جمعہ بیان، سالانہ، ماہانہ اجتماعات کے بیانات کی تازہ آڈیوز فورا ایپلیکیشن اور ویب سائیٹ پر آپ سن سکتے ہیں۔ آئی فون، ونڈوز موبائل اور کمپیوٹر والے حضرات یہ سب کچھ اوپر دی گئی ویب سائیٹ سے حاصل کر سکتے ہیں۔

آپ کی سہولت کے لیے سلسلہ کی کوئی بھی کتاب یا کسی بھی پارہ کی تفسیر پی-ڈی-ایف میں آپ کو اپنے وٹس ایپ پر چاہیے ہو تو اس نمبر پر کتاب کا نام یا پارہ نمبر بتا کر اپنے وٹس ایپ سے میسج کر کے حاصل کر سکتے ہیں۔ 03235205255